تذکرہ

مجاہدِ اسلام ناصرِ تحریکِ پاکستان حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

بھرچونڈی شریف

نفحات الرحمٰن

سید محمد فاروق القادری

حافظ الملت اکیڈیمی خانقاہ عالیہ قادریہ

بھرچونڈی شریف ڈہرکی سندھ

مخالفین سے قائم تھے تو دوسری طرف مسلم لیگ کی مرکزی قیادت بھی آپ سے تعلق رکھنے پر مجبور تھی۔ تحریک آزادئ وطن کی خدانخواستہ ناکامی کی صورت میں انگریزی سامراج سے نمٹنے کیلئے بھی آپ کی تیاریاں اور منصوبے برابر جاری تھے اسی سلسلے میں آپ نے راقم السطور کے والدِ گرامی اور اپنے انتہائی معتمد حضرت پیر سیّد مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ کو سرحد کے معروف مجاہد اور انگریزوں کے کٹر دشمن فقیر ایپی مرحوم اور پیر سیّد امین الحسنات پیر مانکی شریف کے پاس بھجوایا۔ حضرت پیر سیّد مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ نے فقیر صاحب اور پیر مانکی شریف کو حضرت شیخ ثالث علیہ الرحمۃ کا پیغام پہنچایا اور مستقبل میں انگریز کے خلاف مشترکہ جدوجہد پر ان سے اتفاق کیا۔ حاصل کیا۔ ان دونوں زعماء سے آپ کے برابر تعلقات قائم رہے۔

اس دوران ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی کے جان نثار علمائے کرام کے علمی اور روحانی جانشین فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ، شاگرد اور جانشین اُن کے فتوے کے مطابق انگریز کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کے خلاف بھی کھل کر میدان میں آگئے۔ فاضل بریلوی حضرت مولانا احمد رضا خان کا یہ عظیم کارنامہ ہے کہ انہوں نے ہندو مسلم اتحاد کو ٹھیک اسی طرح غلط اور ناجائز قرار دیا جس طرح انگریز و مسلم اتحاد غیر اسلامی اور غلط تھا۔ آپ نے مسلمانوں کو جدا قوم قرار دیا اور تمام غیر مسلم اقوام کو دوسری۔

مشہور مؤرخ اور کالم نگار میاں عبدالرشید مرحوم لکھتے ہیں۔

When the Pakistan Resolution was passed in 1940 the efforts of Hazrat Barelvi Bore fruit and all his adherents and followers including ulama and spiritual leaders, rose as on men to support

the Pakistan movement. Thus the contribution of Hazrat Barelvi towards Pakistan is not less than that of Allama Iqbal and Quaid-i-Azam

ISLAM IN NIDO - PAKISTAN SUBCONTINENT
LAHORE - 1977 - 67

۱۹۴۰ء میں جب قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو حضرت بریلوی کی کوششیں بار آور ہوئیں اور علمائے کرام اور پیرانِ عظام سمیت آپ کے پیروکار اور متوسلین جسدِ واحد بن کر تحریک پاکستان کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے اس طرح قیام پاکستان میں حضرت بریلوی کا حصّہ علامہ اقبال اور قائدِ اعظم سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

آپ کے تلامذہ، خلفاء اور نظریاتی و فکری طور پر آپ کے مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے ہزاروں رہنما تحریک پاکستان کے پرجوش داعی بن کر میدانِ عمل میں دیوانہ وار نکل آئے۔ ان میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

مجاہد اسلام پیر محمد امین الحسنات مانکی شریف علیہ الرحمۃ (م ۱۳۷۹ھ/۱۹۶۰ء)

امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری (م ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء)

مجاہد اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن بھرچونڈی شریف رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء)

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلویؒ (م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) ابن مولانا احمد رضا خان

عمدۃ الفضلاء مفتی صاحبداد خان صاحب رح (م ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۶۵ء)

مجاہد ملت مولانا عبدالحامد بدایونی قادری رح (م ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء)

غزالی زماں علامہ سیّد احمد سعید شاہ صاحب کاظمیؒ (م ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء)

مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رح (م ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۴ء) خلیفہ امام احمد رضا

محسن ملت مولانا عبدالسلام باندویؒ (۱۳۸۷ھ/۱۹۶۸ء) خلیفہ امام احمد رضا

رہبر طریقت پیر سید غلام محی الدین گولڑویؒ (۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء)

مجاہد اسلام مولانا فضل الحسن حسرت موہانیؒ (۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء)

سحبانِ وقت سید محمد شاہ صاحب محدث کچھوچھویؒ (۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء) شاگرد امام احمد رضا

غازی کشمیر مولانا ابوالحسنات سید محمد قادری رح (۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) ابن خلیفہ امام احمد رضا

صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی رضوی اعظمیؒ (۱۳۶۷ھ/۱۹۴۷ء) خلیفہ امام احمد رضا

محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادریؒ (۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء)

شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی رح (۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء)

تاج العلما مولانا مفتی محمد عمر نعیمی رح (۱۳۸۵ھ/۱۹۶۶ء)

امیر حزب اللہ پیر سید محمد فضل شاہ جلال پوریؒ (۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء)

مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی رح (۱۳۸۶ھ ۱۹۶۶ء)

صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی (۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) شاگرد امام احمد رضا

مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی (سابق وفاقی وزیر مذہبی امور حکومت پاکستان)

مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری میرٹھی مرحوم

شیخ الاسلام پیر محمد قمر الدین سیال شریف رحمۃ اللہ علیہ

محسن ملت مولانا برہان الحق عبدالباقی جبل پوریؒ (خلیفہ امام احمد رضا فاضل بریلوی)

یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ برصغیر کے اس نازک سیاسی موڑ پر اعتقادی اور نظریاتی اختلافات کی طرح علمائے دیوبند کی اکثریت نے تمام روحانی خانوادوں اور ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی کے جانشینوں کے طرزِ عمل کے برعکس اپنی الگ راہ اختیار کی۔

یہاں جمعیت علمائے اسلام، احرار، خاکسار اور ایسی دوسری تنظیموں نے کھل کر پاکستان کی مخالفت کی جبکہ فاضل بریلوی کے ہم خیال علما اور برصغیر کے تمام قابل ذکر روحانی خانوادوں نے پاکستان کے حصول اور قیام کو اپنا واحد نصب العین قرار دیا۔ علمائے اہل سنت نے ۱۹۲۵ء سے ۱۹۴۶ء تک برصغیر کے کونے کونے میں "الجمیعۃ العالمیۃ المرکزیہ" یعنی آل انڈیا سنی کانفرنس کے نام سے عظیم الشان کانفرنسیں منعقد کیں۔ اس سلسلے کی پہلی کانفرنس ۱۶ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کو مرادآباد میں منعقد ہوئی۔ دوسری کانفرنس بدایوں میں ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء منعقد ہوئی تیسری کانفرنس ۱۱ فروری ۱۹۴۶ء کو پھپھوند ضلع اٹاوہ میں ہوئی چوتھی کانفرنس جون ۱۹۴۶ء میں اجمیر میں منعقد ہوئی پانچویں کانفرنس اکتوبر ۱۹۴۶ء کو کراچی میں ہوئی۔

اسی سلسلے کی ایک فقید المثال کانفرنس ۲۴ تا ۲۷ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء بنارس کے باغ فاطمہ میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں دو ہزار سے زیادہ علما اور مشائخ نے شرکت کی۔ اس کانفرنس کے پانچ اجلاس ہوئے۔ مجاہد اسلام ناصر تحریک پاکستان حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کو اس کانفرنس میں شرکت کی خصوصی دعوت دی گئی آپ نے دعوت قبول کرتے ہوئے کانفرنس میں اپنی شرکت کی اطلاع بھجوا دی صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی کی طرف سے آپ کی خدمت میں کانفرنس کا جو دعوت نامہ آیا وہ حسبِ ذیل تھا۔

مکرم و محترم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج مبارک بخیر باد۔

بحمد اللہ تعالیٰ و کرمہ جمہوریت اسلامیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس) کے عظیم الشان مبارک

اجتماع کیلئے ۲۷-۲۸-۲۹-۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء مطابق ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷ جمادی الاولیٰ ۶۵ھ روز شنبہ، یکشنبہ، دوشنبہ، سہ شنبہ مقرر ہوئے۔ ان بابرکت ایام میں ملت اور اہل ملت کی حمایت و نصرت کیلئے اکابر اہل اسلام، علمائے کرام، مشائخ عظام اور تمام صوبوں کی سنی کانفرنسوں کے نمائندے و دیگر معززین تشریف لائیں گے۔

جناب والا سے التجا ہے کہ اس اہم دینی اجتماع میں شرکت فرما کر کانفرنس کو کامیاب بنائیں اور اگر آپ کے یہاں سنی کانفرنس قائم ہو چکی ہے تو جناب بحیثیت نمائندہ تشریف لائیں اور جتنے نمائندے آپ کی سنی کانفرنس تجویز کرے انہیں بھی ہمراہ لائیں ہمراہیوں کی تعداد اور تشریف آوری کے وقت سے ۲۲ اپریل ۴۶ء تک مطلع فرمائیں ان مسائل کا خلاصہ بھی حاضر کیا جا رہا ہے جو سنی کانفرنس کے لئے غور طلب ہیں ان امور کے متعلق اگر جناب کوئی تجویز پیش کرنا چاہیں تو وہ بھی ۲۲ اپریل ۱۹۴۶ء تک قلمبند فرما کر ارسال فرمائیں۔ اب صدر دفتر بنارس میں ہے اور ۳۰ اپریل تک یہیں رہے گا لہٰذا خط و کتابت کے لیئے صرف میرا نام اور سنی کانفرنس لکھ دینا کافی ہے۔ تار کا پتہ: اشرفی بنارس کینٹ۔

میں آپ کی تشریف آوری سے بہت مسرور اور ممنون ہوں گا۔

والسلام مع الاکرام

(دستخط صدر الافاضل ناظم آل انڈیا سنی کانفرنس)[1]

مجاہد اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ ڈیڑھ سو کے قریب فقراء جماعت کے ہمراہ بنارس کیلئے روانہ ہوئے۔ پروگرام کے مطابق ملتان سے غزالی زماں حضرت علامہ سید

---

[1] خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس: ۱۰۴-۱۰۵، مکتبہ رضویہ گجرات

احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے قافلے میں شامل ہو گئے۔ گاڑی لکھنؤ پہنچی تو دن کے بارہ بج رہے تھے چونکہ جمعہ کا دن تھا آپ جماعت سمیت لکھنؤ میں اتر پڑے تاکہ نماز جمعہ فوت نہ ہو اور راقم کے والد گرامی حضرت شاہ مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ اور غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ نے اسی گاڑی سے بنارس بھجوا دیا۔ تاکہ یہ حضرات جماعت کیلئے رہائش کا مناسب بندوبست کر لیں۔

خلیفہ فتح محمد مرحوم کا بیان ہے کہ حضرت شیخ ثالث رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہمراہ جماعت مجاہدین کو دیکھنے کے لیئے سارا لکھنؤ امڈ آیا۔ سینکڑوں لوگ شرف بیعت سے ممتاز ہوئے لکھنؤ کے گلی کوچوں میں ضرب لا الٰہ الا اللہ کی صدا بلند ہوتی تو شہر کی دیواریں لرزہ براندام ہو جاتیں جمعہ آپ نے لکھنؤ میں ایک کھلے میدان میں پڑھایا۔ دس ہزار سے زیادہ افراد نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

اگلے روز عشاق تحریک پاکستان کا یہ قافلہ میر کارواں کی معیت میں بنارس پہنچا تو اسٹیشن پر سبحان الہند، رئیس المتکلمین ابوالمحامد سید محمد شاہ صاحب محدث کچھوچھوی م ۱۹۶۳ء رحمۃ اللہ علیہ صدر استقبالیہ کمیٹی استقبال کیلئے بہ نفس نفیس ریلوے اسٹیشن پر موجود تھے مصنف عباد الرحمٰن کا کہنا ہے کہ۔

"میں نے حاضر ہو کر تشریف آوری کا سبب پوچھا فرمایا "اللہ والے کے استقبال میں جو قدم اٹھیں انہیں اپنے لیئے ذریعۂ نجات سمجھتا ہوں۔ قیامت کے دن جب اعمال کا وزن ہو رہا ہو گا عرض کروں گا الٰہ العالمین! تیرے مقبول بندے کے استقبال میں جو قدم اٹھے تھے تو جانتا ہے وہ کسی نمود و نمائش کیلئے نہ تھے۔ انہیں میرے نامۂ اعمال میں ثبت فرما۔ اسٹیشن ماسٹر محدث صاحب کا مرید تھا۔ اس نے کرسیاں

لانے کا حکم دیا، مگر آپ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا عمر میں ایسے مواقع بہت کم آتے ہیں جن میں ایک دو منٹ قیام کے صلے میں نجات کا سامان ہو جائے گاڑی تقریباً آدھ گھنٹہ لیٹ آئی۔ محدث صاحب بدستور کھڑے رہے اور آئندہ شب پڑھے جانے والے اپنے خطبے کے اقتباسات مجھے سنواتے رہے، حضرت شیخ ثالث گاڑی سے اترے، دونوں حضرات بغلگیر ہوئے زبان بے زبانی میں سرگوشیاں ہوئیں ایک ہی کار میں سوار ہوئے دائیں بائیں فقرا رکار پر تصدق ہوتے ہوئے ساتھ ساتھ بھاگ رہے ہیں۔ یہ منظر قابلِ دید تھا شوکت نادر و تیمور ایک فقیر کے قدموں پر نثار ہو رہی تھی۔ ایک ہی شخصیت میں شکوہِ سنجر اور فقر جنید و بسطامی کے نظارے دیکھنے میں آ رہے تھے۔

عجب نہیں کہ مسلماں کو پھر عطا کر دیں
شکوہِ سنجر و فقرِ جنید و بسطامی

(عباد الرحمٰن: ۱۷۴-۱۷۵)

اس کانفرنس میں کئی اہم قراردادیں منظور کی گئیں۔ تیسری نشست میں جو ۲۹ اپریل ۱۹۴۶ء کو صبح نو بجے سے ایک بجے دوپہر تک منعقد ہوئی۔ حسب ذیل تجاویز باتفاق آرا منظور ہوئیں۔

پاکستان

آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علما و مشائخ اہلِ سنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کیلئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں۔ اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک

ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ کی روشنی میں فقہی اصولوں کے مطابق ہو۔

۲۔ یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ اسلامی حکومت کے لیئے مکمل لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیئے حسبِ ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے۔

۱۔ حضرت مولانا شاہ سید ابوالمحامد سید محمد صاحب محدث اعظم ہند کچھوچھوی (۲) حضرت صدر الافاضل استاذ العلما مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب (۳) حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مولوی شاہ مصطفےٰ رضا خان صاحب (۴) حضرت صدر الشریعۃ مولانا مولوی امجد علی صاحب (۵) مبلغ اسلام مولانا مولوی عبد العلیم صاحب صدیقی میرٹھی (۶) حضرت مولانا مولوی عبدالحامد صاحب قادری بدایونی (۷) حضرت مولانا مولوی سید شاہ دیوان آلِ رسول علی خاں صاحب سجادہ نشین اجمیر شریف۔ (۸) حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب لاہور (۹) حضرت مولانا شاہ قمر الدین صاحب سجادہ نشین سیال شریف (۱۰) حضرت پیر سید شاہ عبدالرحمٰن صاحب بھرچونڈی شریف سندھ) (۱۱) حضرت مولانا شاہ سید زین الحسنات صاحب مانکی شریف (۱۲) خان بہادر حاجی بخشی مصطفےٰ علی صاحب مدراس۔ (۱۳) حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب لاہور۔

(خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ۲۸۳: محمد جلال الدین مطبوعہ گجرات)

مصنف عباد الرحمٰن جو اس کانفرنس کے عینی شاہد ہیں۔ رقمطراز ہیں۔

"بلاشبہ (بنارس کی کانفرنس میں) ایسے حسینانِ جہاں جمع تھے جن کی خوبصورتی و رعنائی پر ایک عالم متفق تھا۔ مگر حافظ شیرازی کی زبان میں جو حسنِ بہتر از حسن تھی وہ اس درویش باخدا کے ہاں تھی"۔

آنکہ مے گویند بہتر از حسن
یارِ ما ایں دارد وآں نیز ہم

علمائے کرام کے کیمپ فقرا کی چھولداریاں اپنی اپنی بساط کے موافق ہر ناظرہ کو دعوتِ استفادہ دے رہی تھیں۔ لیکن جب فقیر کی چٹائی پہ ہر وقت ذکرِ الٰہی کی مسحور کن صدائیں بلند ہو رہی تھیں وہ بھی درویش نما سلطان تھے جلسے کے چار شبانہ روز میں کوئی وقت ایسا نہ تھا جس میں بیعت کی تلقین یا سرمایہ ایمان ذکرِ الٰہی کا درس نہ ہو رہا ہو۔ رات کے وقت جلسہ کی کارروائی شروع ہوتی آپ مع پروانہ وار فقرا اسٹیج پر تشریف لاتے تو لاکھوں نگاہیں عقیدت واحترام سے جھک جاتیں۔ ہزاروں انسان جبہ وعصا کے لمس کو سعادت دارین سمجھتے۔

(عباد الرحمٰن ۱۷۳-۱۷۴ حضرت پیر سید مغفور القادری)

کانفرنس کے چوتھے اجلاس میں حضرت علامہ پیر سید مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ ثالث رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے لکھا گیا خطبہ پڑھا۔ اس خطبے کے اہم نکات یہ تھے

۱۔ برصغیر میں ایک آزاد اسلامی مملکت (پاکستان) کے حصول کو یقینی بنانے کے لئے تمام مشائخ عظام اور علمائے کرام رات دن ایک کر دیں۔

۲۔ مختلف جماعتوں یا تنظیموں کی بجائے مسلمانوں کی مرکزی جماعت مسلم لیگ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنایا جائے۔

۳۔ اس تاریخی جدوجہد کی قیادت وسیادت مذہبی زعما اپنے ہاتھ میں رکھیں تا کہ مقصد حاصل ہونے کے بعد نئی مملکت کی باگ ڈور نا اہل یا دین سے ناواقف لوگوں کے ہاتھ میں نہ چلی جائے۔

۴۔ مسلمانوں میں تعلیم کو عام کرنے کی عوامی سطح پر تحریک شروع کی جائے جو مضا کارانہ

بنیاد پہ ہو اور اسے علمائے کرام چلائیں۔

۵۔ ہندو مسلم اتحاد کے خطرناک نتائج اور اس کی غیر اسلامی حیثیت سے وسیع پیمانے پر لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔

۶۔ علمائے کرام اور مشائخ عظام کا ایک وفد قائد اعظم محمد علی جناح سے مل کر مسلم لیگی قیادت سے پاکستان کو ایک مکمل اسلامی نظام کی مملکت بنانے کا تحریری معاہدہ حاصل کرے۔

حضرت شاہ مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم لیگ کے صدر سے تحریری معاہدہ حاصل کرنے کی آپ کی تجویز کو بہت سراہا اور بطورِ خاص مجاہدِ اسلام حضرت پیر عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کو جماعت سمیت کھانے کی دعوت دی۔ یہ ضیافت حضرت امیرِ ملت علیہ الرحمۃ کے خیمے میں ہوئی جہاں چیدہ چیدہ دوسرے اکابرین بھی شامل ہوئے۔ قِران السعدین ہوا تو دیکھا گیا کہ اللہ کے یہ دونوں برگزیدہ بندے اور ملتِ اسلامیہ کے سچے خادم ایک ہی پلیٹ میں اکٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔

بنارس کے سینکڑوں مسلمان حلقۂ ارادت و بیعت میں داخل ہو گئے۔ ان لوگوں نے دعوت پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ بنارس کے گلی کوچے ذکرِ الٰہی کی آواز کیلئے ترس رہے ہیں آپ نے دعوت قبول فرمائی جس وقت شہر کے گلی کوچوں سے گزر ہوا اس وقت ذکرِ الٰہی کے فلک شگاف نعروں سے بت کدے لرز اُٹھے۔ آپ کو سلطان اورنگزیب عالمگیر علیہ الرحمۃ کی مت پر تعمیر کردہ مسجد دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ یہ مسجد اس جگہ بنائی گئی تھی جہاں ایک بت خانے کا پروہت خدا کے پرستاروں کو جبراً رسوم شرک میں مبتلا کر رہا تھا۔ کسی نے سلطان کو خط لکھا کہ آپ خدا کو کیا جواب دیں گے۔ خوفِ خدا کے خیال سے بادشاہ پر لرزہ طاری ہو گیا

اسی وقت بنارس روانہ ہوگیا۔ بت خانہ میں پہنچا تو پروہت کانپتا ہوا حاضر ہوا۔ اور اس لفظ حضور کی "ح" کو آٹھ دفعوں سے ادا کیا۔

حضرت شیخ ثالث علیہ الرحمۃ نے اس مسجد میں اذان دلوائی اور نماز پڑھی آپ نے شہنشاہ کی بنائی ہوئی اس مسجد کو نہایت عقیدت و احترام کی نگاہ سے دیکھا۔ مسجد کے اردگرد ہندو آبادی تھی مسجد نمازیوں کا منہ دیکھنے کیلئے ترس رہی تھی اور نگزیب علیہ الرحمۃ کے بعد بنارس کے اس محلہ کے در و دیوار نے شاید ہی کبھی کلمہ توحید کی لرزہ خیز آواز سنی ہو۔

اس کانفرنس میں سحبان الہند، رئیس المتکلمین حضرت سید محمد شاہ صاحب قدس سرہ کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے یادگار تاریخی خطبہ پڑھا یہ خطبہ جہاں ملکی و ملی مسائل پر ایک نباض حقیقت کا بہترین تبصرہ ہے وہاں فصاحت و بلاغت کا ایک بے نظیر شاہکار ہے آپ نے اپنے خطبے میں فرمایا۔

"حضرات! وقت آگیا ہے کہ خلافت راشدہ کے عہد کو پلٹا جائے اور سارے نظام شریعت کو اسلامی دنیا کا نصب العین بنا دیا جائے۔"

میرے دینی بھائیو! میں نے عرضداشت میں ابھی ابھی پاکستان کا لفظ استعمال کیا ہے اور پہلے بھی کئی جگہ پاکستان کا لفظ آچکا ہے۔ ملک میں اس لفظ کا استعمال روزمرہ کا معمول بن گیا ہے۔ در و دیوار پر پاکستان زندہ باد، تجاویز کی زبان میں پاکستان ہمارا حق ہے نعروں کی گونج لے کر رہیں گے۔ مسجدوں میں، خانقاہوں میں، بازاروں میں ویرانوں میں لفظ پاکستان لہرا رہا ہے۔ یہ لفظ پنجاب کا یونینسٹ لیڈر بھی استعمال کرتا ہے اور ملک بھر میں ہر لیگی بھی بولتا ہے اور ہم سنیوں کا بھی یہی محاورہ ہو گیا جو لفظ مختلف ذہنوں کے استعمال میں ہو۔ اس کے معنی مشکوک ہو جاتے ہیں۔ یونینسٹ کا پاکستان وہ

ہوگا جس کی مشینری سردار جوگندر سنگھ کے ہاتھ میں ہو گی۔ لیگ کے پاکستان کے متعلق دوسری قومیں چیختی ہیں کہ اب تک اس نے پاکستان کے معنی نہ بتائے اور جو بتائے وہ الٹے پلٹے ایک دوسرے سے لڑتے بتائے: اگر یہ صحیح ہے لیگ کا ہالی بھانڈا اس کا امیدوار ہے لیکن جن سنیوں نے لیگ کے اس پیغام کو قبول کیا اور جس یقین پر اس مسئلہ میں لیگ کی تائید کرتے پھرتے ہیں وہ صرف اس قدر ہے کہ ہندوستان کے ایک حصہ پر اسلام کی، قرآن کی آزاد حکومت ہو۔ جس میں غیر مسلم ذمیوں کے جان و مال، عزت و آبرو کو حسب حکم شرع امان دی جائے۔ ان کو ان کے معاملات کو ان کے دین پر چھوڑ دیا جائے۔ وہ جانیں ان کا دھرم جانے۔ اگر سنیوں کی اس سمجھی ہوئی تعریف کے سوا لیگ نے کوئی راستہ اختیار کیا تو کوئی سنی قبول نہیں کرے گا۔ ان سنیوں نے دستور اساسی پڑھا ہے نہ تجاویز پڑھی ہیں اخبارات کے ہفتواتی ایڈیٹوریل دیکھے ہیں۔ نہ غیر ذمہ داروں کے لیکچر سنے ہیں وہ صرف اتنا سمجھ کر کہ حتماً آئی حکومت اسلامی اقتدار لیگ کا مقصد ہے اس کے ساتھ ہو گئے ہیں اور ان کو چھوڑ کر لیگ باقی ہی نہیں رہتی۔ اس کے دستور اساسی کا کیا سوال ہے لیگ اُن کیلئے کوئی نیا دین نہیں ہے جس کو سوچ سمجھ کر ٹھونک بجا کر قبول کیا جائے۔ آل انڈیا کانفرنس کا پاکستان ایک ایسی آزاد خودمختار حکومت ہے جس میں شریعت اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر کسی قوم کی نہیں اسلام کی حکومت ہو۔ جس کو مختصر طور پر یوں کہیئے کہ خلافت راشدہ کا نمونہ ہو۔[1]

اس کانفرنس نے برصغیر کی سیاسی صورتحال پر نہایت دوررس اثرات ڈالے

---

[1] خطبہ صدارت جمہوریہ اسلامیہ آل انڈیا سنی کانفرنس مطبوعہ برقی پریس مراد آباد ۱۹۴۶ء : ۲۱، ۲۲

اور حصولِ پاکستان کی منزل قریب سے قریب تر ہونے لگی۔ حضرت پیر سید مغفور القادری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

"اس کانفرنس نے ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے علمائے کرام اور مشائخ عظام کی توجہات کو اپنی طرف مبذول کر لیا۔ سب کے منہ سے ایک ہی آواز نکل رہی تھی پاکستان مسلمانوں کا گھر، وحدتِ ملی کا مرکز۔"

جب تک حضرات مشائخ کرام حصولِ پاکستان کے نقطے پر جمع نہ ہوئے تھے قائدِ اعظم اکیلے منجدھار میں اپنی کشتی پار لگانے کی فکر میں تھے۔ دریا کی بیکرانی، موجوں کی طغیانی، بیم گرداب، ہوا کی ناموافقت، ابنائے زمانہ کی مخالفت کشتی کو رجعِ قہقری پر مجبور کر رہی تھی۔ لیکن جونہی ان حضرات نے ملاح کی پشت پر ہاتھ رکھا ناتواں جسم اور کمزور ہاتھوں میں بجلی کی سی سرعت کے ساتھ وہ توانائی آگئی کہ جو کوہِ گراں ثابت ہوئی۔ اور کانگریس جس کا ان دنوں طوطی بول رہا تھا مسلم لیگ کے سامنے ماند پڑنے لگی۔

(عباد الرحمٰن: ۱۷۷)

اس سفر میں مجاہدِ اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ متحدہ ہندوستان کے دوسرے اہم مراکز میں بھی تشریف لے گئے۔ چونکہ آپ کا انداز بادشاہوں جیسا تھا۔ اس لیے جہاں بھی جاتے اس علاقے کے عوام و خواص فوراً جمع ہو جاتے۔ آپ ہر جگہ مسلمانوں میں بیداری کی لہر دوڑاتے۔ پاکستان کی ضرورت اور اہمیت واضح کرتے اور مسلم لیگ کو مضبوط بنانے کے طریقِ کار سے لوگوں کو آگاہ کرتے رہے۔ اس سفر میں بنارس کے علاوہ آپ دہلی، مراد آباد بریلی، لکھنؤ اور کئی دوسرے شہروں میں بھی تشریف لے گئے۔

۱۹۴۶ء سے اگست ۱۹۴۷ء کا عرصہ آپ نے زیادہ تر سفر میں گزارا۔ یہ سفر شروع

میں احیاء الاسلام کی تشکیل و ترویج کے سلسلے میں شروع ہوئے۔ احیاء الاسلام مسلم لیگ میں مدغم ہوئی تو مسلم لیگ کے جلسے جلوس اور تنظیمی دورے شروع ہو گئے مگر اس دوران آپ نے اپنا صدر دفتر کراچی رکھا۔ کراچی صوبہ سندھ کا صدر مقام اور سندھ کی سیاست میں کلیدی حیثیت کا حامل شہر ہے۔

امین الملت میر محمد امین خان کھوسہ اپنی یادداشتوں میں لکھتے ہیں۔

"پاکستان میرے آقا و مولیٰ اور مرشد حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں اور دعاؤں سے بنا ہے۔ پاکستان کیلئے اللہ کا یہ مقبول بندہ ساری ساری راتیں رو رو کر گزارتا اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتا۔ کراچی میں قیام کے دوران پاکستان سے دلچسپی رکھنے والے افراد وہ سیاستدان ہوں، عام مسلمان ہوں یا علمائے کرام میرے حضرت کی قیام گاہ ان کا مستقل مرکز ہوتی۔ تمام لوگ گھوم پھر کر وہیں اکٹھے ہوتے پاکستان کے قیام کے سلسلے میں تازہ حالات اور امید افزا صورتحال سے آپ کو آگاہ کرتے تو چہرہ مبارک پر خاص قسم کا نور آجاتا اور چہرہ کھل اٹھتا۔"

میر ہزار خاں نوناری

میر ہزار خاں نوناری ساکن ضلع جیکب آباد ریلوے پولیس میں انسپکٹر کے عہدہ پر تعینات تھے تاہم اسلامی سیاست سے ان کی دلچسپی بہت پرانی تھی۔ وہ تحریک ہجرت میں ہجرت بھی کر گئے تھے۔ تحریک ہجرت کی ناکامی کے بعد واپس ہوئے تو انہوں نے پولیس میں نوکری اختیار کر لی۔ اس کے باوجود تحریک آزادیٔ وطن بالخصوص پاکستان کی تحریک سے انہیں بہت دلچسپی اور محبت تھی۔ یہ انقلابی ذہن کے مالک تھے۔ کسی کے ماتحت رہ کر انہیں کام

کرنا آتا ہی نہیں تھا۔ معلوم نہیں اُس دور کے پولیس افسر کس طرح انہیں گوارا کر لیتے تھے۔ [illegible] عبید اللہ سندھی کے ساتھ محبت و عقیدت کا رشتہ ہمیشہ برقرار رکھا۔ میرے آقا و مولا پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ اِس جذبے بالخصوص پاکستان سے ان کی محبت کی وجہ سے انہیں بہت عزیز رکھتے تھے۔ میر ہزار خاں سکھر میں ایک بالا خانے پر رہتے تھے ایک دفعہ میرے حضرت (رحمۃ اللہ علیہ) صبح کے وقت جیپ میں سوار ہو کر آئے اور میر ہزار خاں کے بالا خانے کے نیچے رُک کر ہارن بجایا۔ میر ہزار خاں نے نیچے دیکھا جونہی حضرت پر ان کی نگاہ پڑی وہ جس حالت میں کھڑے تھے یعنی تہ بند باندھے ننگے پاؤں فوراً نیچے اُتر کر اسی حالت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے انہیں جیپ میں بیٹھنے کا ارشارہ کیا وہ بلا چون وچرا تعمیل حکم کرتے ہوئے جیپ میں سوار ہو گئے۔ گاڑی سکھر شہر میں پہنچی تو خلیفہ فتح محمد ڈرائیور نے عرض کیا حضور! اسے جوتا اور شلوار تو پہننے دیں۔ اس پر آپ بہت محظوظ ہوتے اور مسکراتے ہوئے فرمانے لگے کہ پولیس آفیسر بغیر جوتے کے بیٹھا ہے۔ پھر خلیفہ فتح محمد سے فرمایا کا اسے واپس پہنچاؤ جب میر ہزار خاں کی قیام گاہ پر پہنچے تو اسے اتارتے ہوئے فرمانے لگے جلدی فلاں جگہ آجاؤ۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ میر صاحب تیار ہو کر وہاں پہنچ گئے۔

اس طرح میر ہزار خاں نے تحریک اور تکمیل پاکستان کی خاطر میرے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دُعائیں حاصل کر لیں۔ وہ اِس حقیقت سے باخبر تھے کہ اگر یہ اللہ والا (میرے حضرت) رضامند ہو کر بارگاہِ ایزدی میں دُعا مانگنے پر آمادہ ہو گیا تو پاکستان یقیناً بن کر رہے گا۔

میرے حضرت شیخ ثالث علیہ الرحمتہ رائل ہوٹل میکلوڈ روڈ کراچی میں میری وجہ سے قیام پذیر تھے۔ میر ہزار خاں روزانہ وہاں آکر حضرت والا کو پاکستان (خیال رہے کہ پاکستان ابھی قائم نہیں ہوا تھا) کے حق میں تازہ مفید سرگرمیوں اور پیش رفت سے آگاہ کرتے اور

یوں انہیں راضی رکھنے کی کوشش کرتے۔ (تاکہ آپ علمی اور روحانی قوت سے پاکستان کیلئے اپنی کوششیں جاری رکھیں)

پیر علی محمد راشدی کا تشویش

پیر علی محمد راشدی کی مسلم لیگ سے اَن بَن ہوئی تو ایک ملاقات میں انہوں نے نہایت دردمندانہ لہجے میں میرے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے کہا حضرت! مسٹر جناح اپنے آپ کو قائداعظم کہلواتے ہیں حالانکہ عقیدتاً یہ لقب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے آپ یہ سُن کر بہت غمگین ہوئے اور اپنی جماعت کو کراچی سے روانگی کی تیاری کا حکم دیا۔ اتنے میں میر ہزار خاں آگئے۔ آپ نے انہیں بتایا کہ مسٹر جناح اپنے آپ کو قائداعظم کہلواتے ہیں۔ میر ہزار خاں ہنس کر کہنے لگے حضور! مسٹر جناح، مسٹر جناح ہی ہے لوگ اپنے طور پر اسے قائداعظم کے نام سے یاد کرتے ہیں جیسے میں تونواری، تونواری کا بیٹا، میں کوئی بلوچ یا سندرانی نہیں ہوں مگر لوگ مجھے میر صاحب، میر صاحب کہہ کر پکارتے ہیں جیسے میں میر صاحب ہوں۔ ویسے ہی مسٹر جناح قائداعظم ہیں۔ آپ پاکستان بنائیں پھر یہاں سے جائیں۔

مجاہدِ ملّت پیر عبدالرحیم شہید کا پاکستان کیلئے آپ کے پاؤں سے لپٹ کر رونا

ابھی آپ شش و پنج میں تھے جماعت تیاری میں مصروف تھی کہ باہر سے مجاہد ملت پیر عبدالرحیم شہید علیہ الرحمتہ آگئے جماعت کو تیاری میں مصروف دیکھ کر حیرت سے وجہ پوچھی تو انہیں ساری بات بتائی گئی۔ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ حضرت والا کے کمرے میں پہنچے

تو آپ اس وقت کھڑے تھے۔ میر ہزار خان بھی موجود تھے۔ مجاہد ملت پیر عبدالرحیم شہید رحمۃ اللہ علیہ دھاڑیں مار کر روتے ہوتے آپ کے پاؤں سے لپٹ گئے اور کہنے لگے میں آپ کو ہرگز نہ جانے دوں گا پہلے پاکستان بنائیں پھر یہاں (کراچی) سے جائیں۔ میر ہزار خان کی باتوں سے آپ اپنی رائے پر نظر ثانی کر رہے تھے کہ پیر شہید علیہ الرحمۃ کی جذباتی اور رقت آمیز اپیل نے آپ کو بیٹھنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ آپ کرسی پر بیٹھ گئے اور جماعت کی تیاری موقوف ہو گئی۔ (قلمی یادداشتیں امین الملت)

مجاہد اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ نے اب اپنی ساری کوششیں مسلم لیگ کے لیئے وقف کر دی تھیں۔ آپ کے خیال میں مسلم لیگ کی مقبولیت اور سیاسی مضبوطی ہی پاکستان کے حصول کا ذریعہ بن سکتی تھی۔ مستقبل کا بے لاگ مؤرخ بغیر کسی لگی لپٹی کے یہ بات لکھنے پر مجبور ہوگا کہ سندھ میں مسلم لیگ کی بیشتر کامیابی بھرچونڈی شریف کی مرہونِ منت تھی اس دور میں بھرچونڈی شریف کی سیاسی اعتبار سے کیا اہمیت تھی اسے سمجھنے کے لیئے پوری تاریخ کا جائزہ لینا پڑے گا۔ ۱۹۴۷ء میں جناب جی ایم سید نے امین الملت میر محمد امین خان کھوسہ کے نام جو خط لکھا ہے وہ ساری صورتحال کو سمجھنے میں بہترین مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ خط شائع ہو چکا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

سن ۱۹۴۷ء - ۳ - ۱۰

محتشم میاں محمد امین خان

السلام علیکم!

پیر صاحب بھرچونڈی شریف کیلئے دو حیثیتوں سے میرے دل میں ہمیشہ عزت و احترام کا جذبہ رہا ہے۔ ایک پیر صاحب کی بزرگی اور شرافت کی وجہ سے، دوسرا پیر صاحب

پاگارا کے بعد سندھ میں دوسری بڑی سیاسی طاقت کے مالک ہونے کی حیثیت سے۔

بدقسمتی سے پیر صاحب پگارا (حضرت سید صبغۃ اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ) کانگریس کی طرف جھک گئے اس سے انہوں نے نہ خود کوئی فائدہ اٹھایا اور نہ ملک کو کوئی فائدہ پہنچایا ان کو راست فکر ساتھیوں کی مدد سے پہلے اپنا گھر (سندھ) بنانا چاہیئے تھا۔ پھر دوسروں کی مدد کرتے۔

اسی طرح پیر صاحب بھرچونڈی لیگ کی طرف مائل ہو گئے۔ یہ بھی غلط ہوا گھر کو سدھائے بغیر یہ باتیں بے کار ہیں۔ سندھ کو باہر کی لیڈر شپ کے تابع رکھنا میری غیرت گوارا نہیں کرتی۔

مسٹر جناح اور ان کے حواریوں کی موجودہ لیگ پالیسی کو میں اسلام، مسلمانوں اور سندھ کے لیئے زہر قاتل سمجھتا ہوں۔ یہ ساری تحریک عارضی اور تھوڑے وقت کیلئے ہے۔

پیر صاحب قبلہ مرضی کے مالک ہیں۔ پیر صاحب کی لیڈر شپ (قیادت) تو قبول کی جاسکتی ہے۔ اس لیئے کہ یہ لیڈر شپ (قیادت) اسلامی اور سندھی ہے مسٹر جناح کی لیڈر شپ قبول نہیں کی جاسکتی کیونکہ وہ اسلامی ہے اور نہ سندھی[1]۔"

یہی وجہ ہے کہ امین الملت میر محمد امین خان کھوسہ نے ہر جگہ پاکستان کو اپنے مرشد کا کارنامہ قرار دیا ہے۔ ملکی سیاست میں آج سندھ کی جو اہمیت ہے کم و بیش

---

[1] واجھٹ ويڙاڪيون جا۔ ۸۰۔۸۱، مرتب عبدالواحد آریسر۔ مطبوعہ سنڌي ادبي جبي سهڪاري سنگت حيدرآباد سنڌ۔

متحدہ ہندوستان میں بھی سندھ کو ہی اہمیت حاصل تھی۔ آج سے ساٹھ ستر برس پہلے
کے سندھ میں درگاہ عالیہ راشدیہ (پیر گوٹھ پیر سائیں پگاڑا) اور بھرچونڈی شریف ہی دو
مضبوط سیاسی قوتیں تھیں جو سندھ کے ہر مسئلے میں فیصلہ کن حیثیت رکھتی تھیں انگریز سے
براہ راست تصادم کے بعد وقتی طور پر درگاہ عالیہ پیر گوٹھ پہ ابتلا کا زمانہ آیا تو بھرچونڈی شریف
نے آگے بڑھ کر ساری ذمہ داری خود اُٹھا لی۔ کانگریس کے گڑھ سندھ میں
پاکستان اور مسلم لیگ کے لیئے راستہ صاف کرنے کے ساتھ ساتھ بھرچونڈی شریف
نے درگاہ پیر جو گوٹھ کی گدی بحال کرانے اور صاحبزادگان (اعلیٰ حضرت موجودہ
پیر سائیں پگارا اور آپ کے چھوٹے بھائی سید نادر علی شاہ مرحوم) کو واپس لانے
کیلئے جو تاریخی جد وجہد کی اسے بھلایا نہیں جاسکتا۔ یہ جد وجہد کامیاب ہوئی تو
بھرچونڈی شریف کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ اُس کے ہاتھوں اعلیٰ حضرت پیر
سید سکندر علی شاہ عرف شاہ مردان شاہ مدظلہ العالی پیر پاگارا ہفتم کی
حیثیت سے اپنے مکمل اعزاز کے ساتھ تخت سیادت پر متمکن ہوئے۔ دوسری طرف
پاکستان بھی منصۂ شہود پر ایک نئی اسلامی حکومت کی حیثیت سے اُبھرا۔

مندپریشان خوابِ من از کثرتِ تعبیر ہا

قیام پاکستان کے بعد رونما ہونے والے افسوسناک اور دلخراش حالات پر آپ کا ردِ عمل

مجاہد اسلام ناصر تحریک پاکستان حضرت پیر عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ کا تعلق

اس مبارک گروہ سے تھا جس نے مسلمانانِ برصغیر کیلئے ایک آزاد اسلامی مملکت کا
خواب دیکھا۔ اس کے لیئے جانی و مالی قربانیاں دیں۔ قید و بند کی تکلیفیں برداشت
کیں اور بالآخر پاکستان کے نام سے ایک آزاد اسلامی ملک کا نقشہ اپنے خون
سے کھینچنے میں کامیاب ہو گئے۔ پاکستان کا مقصد ایک اسلامی فلاحی مملکت کا قیام
تھا جہاں عدل و انصاف اور مساواتِ محمدی کا مظاہرہ ہونا تھا اس میں طبقاتی
کشمکش، استحصال اور کرسی و پیسے کی بازی گری کے تماشے کا کوئی تصور
موجود نہیں تھا یہاں ظالم و مظلوم کے سوا تیسرے طبقے کا نام و نشان نہیں ہونا
تھا۔ مگر وائے افسوس کہ بوجوہ پاکستان کے قائم ہوتے ہی اس کے اصل بانی
اور اسے مسلمانوں کی متحدہ آواز بنانے والے قائدین پس منظر میں دھکیل دیئے گئے۔
اور انگریز کے فکر و عمل کے وارث، کرسی اور پیسے کی شیطانی سیاست کے ماہر اور
اسلامی کردار و عمل سے بے بہرہ لوگ لیڈر بن کر نوزائیدہ مملکت پاکستان کی کرسیوں
پر براجمان ہو گئے۔ یہ لوگ پاکستان کے وسائل کو مالِ مفتوحہ سمجھ کر دونوں ہاتھوں
سے لوٹنے اور قوانین خداوندی کا مذاق اڑانے لگے اِن شیطان صفت لیڈروں نے
ایسے حالات پیدا کیئے کہ تحریک پاکستان کے ہراول دستے کے نیک نفس، بے طمع، غیور
اور اسلامی کردار کے حامل قائدین آہستہ آہستہ کھڈے لائن لگنے لگے۔ قائد اعظم
محمد علی جناح جلدی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ شہید ملت لیاقت علی خاں قتل کر دیئے گئے۔
راستہ صاف ہوا تو جوتیوں میں دال بٹنے لگی۔ اب صورت حال یہ تھی۔ ؎

نیرنگیٔ سیاستِ دوراں تو دیکھیے
منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

اگر پاکستان کے قیام کے بعد بھی انگریزی دور کے قوانین چلنے تھے استحصال جبر، لوٹ کھسوٹ، اقرباپروری اور ظلم و ناانصافی کا بازار گرم رکھنا تھا تو پھر پاکستان بنانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ یہ سب کچھ متحدہ ہندوستان میں ہو رہا تھا بلکہ نسبتاً کم درجے پر ہو رہا تھا۔ لاکھوں انسانوں کی در بدری، قتل و غارت گری، عصمتوں کی قربانی اسی لیئے دی گئی تھی کہ انگریز اور ہندو سے نجات حاصل کر کے اُن سے زیادہ بدنہاد، بدکردار، ظالم، خائن اور اسلامی اقدار کے مخالف لوگ ستم رسیدہ مسلمان قوم کی تقدیر کے مالک بن جائیں۔

بلاشبہ قائداعظم محمد علی جناح بے پناہ صلاحیتوں کے مالک تھے وہ جھکنے بکنے، دبنے والے شخص نہیں تھے ان کی ان خوبیوں کا سارا زمانہ معترف ہے خود میں نے ان پر کئی مضامین لکھے ہیں مگر یہ بات کبھی نہیں بھولنی چاہیئے کہ

قیام پاکستان صرف کسی شخصیت کی ذہنی صلاحیت کا کرشمہ نہیں ہے۔ قیام پاکستان سراسر اسلام کا اعجاز ہے، پاکستان کے نعرے کی بنیاد اسلام اور صرف اسلام تھا!۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے آغاز میں اسلام کی حکمرانی، اسلام کے عدل و انصاف اسلامی کی فلاحی مملکت کی آواز اور امید نے بجلی کی سرعت سے مسلمانانِ برصغیر کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیا۔

قائداعظم محمد علی جناح کی مقبولیت اور مسلمہ قیادت خود اسلام کی رہین منت تھی وہ زندگی بھر اسلام اسلام، قرآن قرآن پکارتے رہے تو ملتِ اسلامیہ نے انہیں سر اور آنکھوں پر جگہ دی۔ خالی ذہانت و فطانت پر اتنا حیرت انگیز کارنامہ کسی کے بس کی بات نہیں۔ کارگہ عالم میں ذہانت و قابلیت کی کوئی کمی نہیں ہے۔

جو لوگ قیام پاکستان کو صرف قائداعظم کی ذہانت اور قابلیت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں وہ در اصل شعوری طور پر قیام پاکستان کا کریڈٹ اسلام کو نہیں دینا چاہتے اور اس میں ان کی اس بدنیتی کا دخل ہے کہ کہیں اسلام پاکستان کا آئین اور قانون نہ بن جائے۔ یہ بات فراموش نہ کرنی چاہیئے کہ شخصیات فانی ہیں۔ مگر اسلام ایک ایسی مؤثر حقیقت ہے جو شخصیات کی محتاج نہیں ہے وہ ہر دور میں زندہ و جاوید ہے۔ اس میں خود اتنی قوت موجود ہے کہ وہ عالمی سطح پر بھرپور انداز میں اپنا کردار ادا کرے اور اپنے ساتھ وابستہ افراد کو بھی تاریخی زندگی عطا کرے۔

وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

اسلام کے بغیر قیام پاکستان کا کوئی جواز ہی باقی نہیں رہتا۔ مگر افسوسناک بات یہ ہے اسلام کے نام پر قائم ہونے والے اس ملک کی حکومتیں جہاں فحاشی لاقانونیت، غنڈہ گردی، اقرباپروری ظلم وغیرہ جیسی ہر چیز قبول کرنے کو تیار ہیں اور کر رہی ہیں مگر اسلامی نظامِ حیات پر مبنی معاشرہ تشکیل دینا انہیں زہر لگتا ہے یہاں آکر وہ اگر مگر، گومگو اور گھگھیاں بھرنے کی کیفیت کا شکار ہو جاتے ہیں بڑے مفکر بن کر ذرائع ابلاغ پر یہ انکشاف کرنے لگتے ہیں کہ یہاں ملّا کا اسلام نہیں چلے گا۔ حالانکہ اسلام ایک ہی ہے اس کی قسمیں نہیں ہیں۔ ملّا والا اسلام (بقول ان کے) اس ملک کا حل ہے۔ ناجائز ذرائع سے حاصل کردہ بے پایاں دولت کمانے والے عیاش اور بدقماش لوگ پینتالیس سال تک حکمران رہے ہیں۔ قومی زندگی میں نصف صدی کوئی معمولی عمر نہیں ہے ان حضرات نے نہ صرف ملک کو اس کی حقیقی منزل

سے کوسوں دور کر دیا ہے۔ بلکہ اسے اخلاقی بے راہروی، جھوٹ، منافقت بدعہدی، ہارس ٹریڈنگ اور سیاست برائے کرسی کے بدترین تحفے بھی عطا کئے ہیں۔

تحریک آزادیٔ وطن سے قیام پاکستان تک کون سی تحریک ملّا کے بغیر چلی ہے۔ گالی دینی ہے یا نفرت کا اظہار کرنا ہے تو براہِ راست (اعاذنا اللہ) اسلام سے کیجئے ملّا کو نشانہ بنا کر اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی نہیں چلے گی پاکستان کے غریب کو اس کے بے رحم حکمرانوں نے تھانوں میں پٹنے، عدالتوں اور دفتروں میں دھکے کھانے پٹواریوں اور اہلکاروں سے لٹنے اور مالیہ و ٹیکس ادا کرنے کے لیئے خام مال بنا رکھا ہے۔

مجاہد اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان بنانے میں اہم کردار ادا کیا تھا آپ کو پاکستان سے بڑی توقعات اور امیدیں وابستہ تھیں۔ قیام پاکستان کے شروع شروع میں آپ نے پاکستان کو ایک حقیقی اسلامی فلاحی مملکت بنانے کے لیئے پوری کوششیں کیں۔ جوں جوں وقت آگے بڑھنے لگا پاکستان کی کرسیوں پر فائز لوگ کھل کر اپنی گھٹیا ذہنیت کا مظاہرہ کرنے لگے۔ یہ بات واضح ہونے لگی خدا خلق یا اسلامی نظامِ حیات کا قیام تو بڑی چیزیں ہیں۔ یہ لوگ تو ایک مضبوط جمہوری حکومت کو چلانے کے بھی اہل نہیں ہیں۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد ہندوؤں کی متروکہ زمینوں اور کارخانوں کے حصول کے لیئے کلیموں وغیرہ کا جو کاروبار شروع ہوا اور جس طرح اس میں تمام لوگ کود پڑے اسے دیکھ کر دیندار طبقے کا ماتھا اسی وقت ٹھنک گیا۔ ان لوگوں نے اخلاق باختگی، بددیانتی اور انتہائی گھٹیا ذہنیت کے

مظاہرے دیکھے۔ تو انہیں ان لوگوں کے ہاتھ میں تحریک کی باگ ڈور دے دینے کی غلطی کا زبردست احساس ہوگیا تھا۔ مگر اب وقت آگے نکل گیا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۲-۱۳ فروری ۱۹۴۹ء کو جمعیۃ علمائے پاکستان کے اجلاس منعقدہ کراچی میں مجاہد اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صدارتی خطبے میں نہایت سوز اور درد سے ساری صورتحال کا جائزہ لیا آپ نے قیام پاکستان کے محرکات اور اسباب پر روشنی ڈالی اور ڈیڑھ دو سال کے عرصے میں اصل منزل سے کوسوں دور نکل جانے کا احساس دلایا۔ مگر چھینا جھپٹی، ہوسِ اقتدار اور حرصِ مال و زر کی اس دوڑ میں کسے فرصت تھی کہ پاکستان کے اس سچے خیرخواہ دردمند اور بے لوث قائد کی بات پر کان دھرتا، ہم آپ کے صدارتی خطبے کے بعض اقتباسات یہاں پیش کرتے ہیں۔ اس سے قارئین کو اندازہ ہوگا کہ مجاہد اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کو ایک فلاحی ریاست بنانے میں کتنی تڑپ اور درد رکھتے تھے۔ یہ صدارتی خطبہ مولانا ظہور الحسن صاحب درس ناظم عمومی جمعیۃ علمائے سندھ نے ناظر پریس میکلوڈ روڈ کراچی سے چھپوا کر ۱۹۴۹ء میں شائع کیا۔

آپ کا صدارتی خطبہ

آپ نے فرمایا۔

"حضرات! یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ۱۹۳۷ء سے لے کر قیام پاکستان تک ہمارے علماء و مشائخ کبار نے ملی تنظیم اور مسلم لیگ کے انتخابی معرکوں اور لیگ کی تعمیر میں بے پناہ خدمات انجام دیں۔ ان

اکابر علماء و مشائخ کے پیش نظر اپنی ملت کی تنظیم اور مسلمانوں کو ایک نقطہ پر جمع کرنے کا جذبہ تھا وہ چاہتے تھے کہ انگریز کی غلامی و محکومی سے نکل کر ایک خالص اسلامی آزاد مملکت قائم کریں۔ ادھر کانگریس اپنی سرمایہ داری کے ساتھ مسلمانوں کے جداگانہ وجود ہی کو ختم کر دینے کے درپے تھی۔ اور چاہتی تھی کہ متحدہ ہندوستان میں ہندو قوانین جاری ہوں اور مسلمانوں کی تہذیب و تمدن ہندو تہذیب میں مدغم ہو جائے لیکن قائد ملت (قائد اعظم محمد علی جناح[1]) اور زعماء لیگ اور دوسرے تمام علماء و مشائخ نے انتہائی محنت سے مسلم لیگ کی تمام انتخابی مہمات کو کامیاب کیا اور مسلمانوں کو دعوت دی کہ وہ مسلم لیگ کی تحریک کو کامیاب بنا کر اپنے جداگانہ مذہبی و قومی وجود قائم رکھیں۔ اور ایک ایسی مملکت بنائیں جہاں قرآن حکیم اور شریعت محمدیہ کے ماتحت حکومت کی جائے چنانچہ ہر گوشہ کے مسلمانوں نے لبیک کہا اور ان نظریات کے ماتحت پاکستان کو ووٹ دیئے۔ قائد ملت مسٹر جناح اور ان کے ذمہ دار رفقا کار بھی برابر اس کا اعلان فرماتے رہے کہ پاکستان کا دستور قرآنی ہوگا۔

لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ارباب حکومت پاکستان بلطائف الحیل اسلامی دستور کی ترویج کو ٹال رہے ہیں اور انہوں نے اب تک اسلامی دستور کی ترتیب و ترویج کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ اب

---

[1] مجاہد اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں جہاں قائد ملت کا لفظ استعمال کیا ہے اس سے آپ کی مراد قائد اعظم ہیں۔

حکومت کا فرض ہے کہ وہ سب سے پہلی فرصت اور ہونے والی مجلس دستور ساز میں اعلان کرے کہ مملکت پاکستان کا دستور قرآن حکیم اور شریعت محمدیہ کے موافق ہوگا۔

اسلامی دستور میں معاشیات، اخلاقیات، عبادات و اعمال اقتصادیات تجارت اور سیاست کے جامع احکام موجود ہیں۔ ہم کو اشتراکیت سے بھیک مانگنے کی ضرورت ہے اور نہ مغرب کی شہنشاہیت اور ان کی حکومتوں کی نقالی کی حاجت ہے۔ اسلام دراصل خدا کے ساتھ مستحکم تعلق قائم رکھتے ہوئے اپنے ہر متبع کو اجازت دیتا ہے کہ وہ ہر قسم کی مادی ترقی کرے۔

اسلام نے دولت مندی اور سرمایہ داری کو قائم رکھتے ہوئے غریبوں کو سرمایہ داروں کی دولت میں شامل کیا۔ ان کی آمدنی کا چالیسواں حصہ سال گزرنے پر زکواۃ کا وصول کر کے غریبوں پر منتقل کیا صدقات و خیرات کی مدات غریبوں کے لیے معین کیں اور جو دولت کسی ایک کے قبضہ میں تھی اس کو ورثا پر تقسیم کر دیا۔ اسی طرح امرار اور دولت مندوں پر لازم کیا کہ وہ غریبوں اور مزدوروں کے حقوق ادا کرتے رہیں اور ان کے اوپر بے جا تشدد ہرگز نہ کریں۔ غریبوں کو دولت مندوں جاگیرداروں اور عمال و حکام کے یہاں آزادانہ طور پر جانے کا حق دیا۔ اور مساوات انسانی قائم کر کے شاہ وگدا کو ایک صف میں کھڑا کر دیا۔

کاش ہماری مملکت پاکستان اپنی دیگر مصروفیات کے ساتھ ساتھ اس کا جائزہ لیتی کہ اس وقت پاکستان میں کیسی کیسی صلاحیت رکھنے والے

عناصر و افراد موجود ہیں اگر ان آزمودہ کار اور مسلم لیگ کے خدام کو ان کی قابلیتوں کے مطابق شعبہ جات حکومت پر لگایا جاتا تو آج وہ لوگ جنہوں نے تعمیر پاکستان میں بے پناہ خدمات انجام دیں پاکستان میں بھی بہترین خدمات انجام دیتے اگرچہ مشکلات و موانع کے باوجود وہ مصروفِ عمل ہیں مگر حکومت کی جانب سے کسی قسم کی ہمت افزائی نہیں ہوئی۔

اگر مملکت پاکستان نے جلد از جلد اسلامی دستور کی ترویج و ترتیب کا کام شروع نہ کیا تو ایک طرف اشتراکیت آزاد اسلامی پاکستان پر مسلط ہو جائے گی اور دوسری جانب مسلمانوں کے قلوب میں اپنی حکومت کی طرف سے بے اعتمادی کے جذبات پرورش پاتے رہیں گے۔

ہمارے قائد کے ان صاف و صریح بیانات کے باوجود کہ اس مملکت میں قرآنی دستور اور احکامِ دین جاری ہوں گے بے دینی، لامذہبی، دین سے استہزار و مذاق کیا جا رہا ہے شراب نوشی، زناکاری، بے حیائی، رشوت ستانی، اعزہ و دوست پروری، صوبجاتی عصبیت، غربا دشمنی، بڑے چھوٹے کے امتیازات جاری ہیں۔ جس پاکستان میں دینِ اسلام کے زریں اصول پر عمل کرایا جاتا وہاں اشتراکیت جیسی تحریک جس کی بنیاد و اساس مذہب اور خدا کے ساتھ جنگ کرنے پر ہو جس نے عبادت خانوں مذہب کا نام لینے والوں کے قتل و غارت گری سے آغازِ حکومت کیا ہو۔ آج پاکستان میں اس تحریک کو پرورش کا موقع دیا جا رہا ہے اسی طرح قرآن پاک کے بالمقابل مغرب کے مخرب اخلاق اصول کو زندگی کا جزو بنایا جا رہا ہے۔ ایسے میں

علما و مشائخ کا فرض اوّلین ہے کہ وہ جلد اپنی تنظیم کریں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ کے لیئے خانقاہی نظام کو متحرک کریں۔

یقین جانیئے کہ اگر عوام کی حالت کو ہم نے درست کر لیا تو خواص کو مجبوراً اپنی زندگی بدلنا پڑے گی۔ بزرگانِ دین کے عرسوں اور مذہبی معمولات و مراسم کے موقعوں پر محرمات شرعیہ سے بچنے کی تبلیغ کی جائے۔ امراء و عمال کی صحیح خدمات کا اعتراف اور غلطیوں کی اصلاح کی پر زور کوشش کی جائے اور انہیں اس بات کا احساس کرایا جائے کہ وہ قوم کے خادم و ملازم ہیں ان کا طرزِ عمل غریبوں، ضرورت مندوں اور پریشان حالوں کے ساتھ اسلامی ہونا چاہیئے۔ ان کے دروازے وسیع ہوں۔

میری دعا ہے کہ خدا ہماری مملکت کو زیادہ سے زیادہ قوی فرمائے اور وہ وقت جلد لائے کہ حدودِ مملکت میں قرآن مقدس اور شریعتِ محمدیہ کے قوانین جاری ہوں"۔[1]

مجاہد اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان بنانے میں اہم کردار کیا تھا۔ آپ گداز قلب کے مالک تھے آپ نے حکام کی بداعمالیاں، ہوسِ زر اور غریب کے ساتھ ظلم و زیادتی کے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے تو سخت رنجیدہ ہوئے پاکستان بننے کے بعد ختم نبوت کے مسئلے پر لاہور میں گولی چلی تو فقرار کا بیان ہے کہ رنج و

---

[1] : خطبہ صدارت: عظیم البرکت فخر طریقت حضرت مولانا پیر عبدالرحمٰن صاحب سجادہ نشین بھرچونڈی شریف مطبوعہ کراچی ۱۹۴۹ء ار : ۱۳، ۵، ۷، ۸

غم کی وجہ سے ساری رات سو نہ سکے، اور اس موقع پر پہلی دفعہ آپ کی زبان سے مسلمانوں پر گولی چلانے والوں کے خلاف بددعا نکلی۔

قیام پاکستان ایک لحاظ سے سو سالہ تاریخی جدوجہد کی منزل تھی منزل ملنے کے بعد اسے گم کرنے یا دھندلانے کی شعوری کوششیں شروع ہوئیں تو آپ گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گئے ایک ایسا مجاہد جس کی پوری زندگی جہد و حرکت کی آئینہ دار تھی یوں خاموش کیوں ہوا۔ راقم کا خیال ہے کہ آپ نے احتجاجاً علیحدگی اختیار کر لی مگر نقار خانے میں کسی کو کیا پڑی تھی کہ وہ ادھر دھیان بھی دیتا۔ انہوں نے اسے غنیمت سمجھا کہ جان چھوٹی۔

کرسی اور پیسے کا یہ کھیل تماشہ جاری تھا کہ اچانک ۱۹۵۸ء میں جنرل محمد ایوب خان نے مارشل لاء لگا کر رہی سہی کسر پوری کر دی۔ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اتنی محنت سے تیار کردہ فصل کی یہ تباہی دیکھی تو آپ برداشت نہ کر سکے اور اچانک تیاری ہونے لگی کسی کو کچھ پتہ نہ تھا کہ کہاں کی تیاری ہے؟ کس مقصد کی خاطر ہے؟ آخر آپ سابق ریاست قلات کے شہر گنداواہ پہنچے۔

گنداواہ کا احتجاجی سفر

سابق ریاست کا یہ علاقہ بے آب و گیاہ پہاڑی علاقہ ہے جہاں میلوں تک آبادی کا نام و نشان تک نہیں ہے سربفلک پہاڑوں اور چٹیل میدانوں کا ایک طویل سلسلہ موجود ہے کہیں کہیں معمولی قصبے یا چھوٹے چھوٹے شہر آباد ہیں آپ نے گنداواہ سے بھی تقریباً پندرہ بیس میل آگے بالکل سنسان علاقے میں ایک پہاڑ کے دامن میں اپنا خیمہ لگایا۔ تھوڑے دنوں میں صاحبزادگان، اندرون عالم اور جماعت کے بہت سے

درویش بھی پہنچ گئے۔ اس سفر میں سواری کی کوئی سہولت موجود نہ تھی۔ کرائے کے اونٹوں اور گھوڑوں کے ذریعے یا پیدل یہ راستے طے ہوتا۔ جماعت فقرا کو پتہ چلا تو وہ اپنے یوسف گم گشتہ کی تلاش میں دیوانہ وار پہاڑوں اور وادیوں کا سفر کرتے ہوئے وہاں پہنچنے لگے۔ کامل فقیر لانگری کا بیان ہے کہ روزانہ آنے والے زائرین کی تعداد سینکڑوں میں ہوتی۔ بیشتر نازک مزاج لوگ وہاں پہنچتے تو ان کے پاؤں چھالے چھالے ہو چکے ہوتے مگر یہ لوگ اس تکلیف کو راحت سمجھتے۔ ؎

ان آبلوں سے پاؤں کے گھبرا گیا تھا میں
جی خوش ہوا ہے راہ کو پُرخار دیکھ کر

لوگوں نے مختلف قیاس آرائیاں کیں مگر آپ نے ایک ملاقات میں راقم کے والد گرامی حضرت سید مغفور القادری علیہ الرحمۃ سے فرمایا "پاکستان کے حکمران جو کچھ کر رہے ہیں میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ میں چند دن ایسی جگہ رہنا چاہتا ہوں جہاں ان کے کارناموں کی اڑتی سی خبر بھی میرے کانوں میں نہ پہنچے جس ملک کو اتنی قربانیوں کے بعد ہم نے اسلام کی خاطر بنایا تھا وہاں کھلے بندوں اسلام کی تضحیک ہو رہی ہے ہم اور کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم آنکھوں سے تو یہ سب کچھ نہ دیکھیں۔ باقی ان لوگوں سے خدا نمٹے گا۔"

ایک درویش باخدا کے قدموں کی برکت سے یہ ویرانہ شہروں سے زیادہ پررونق اور آباد ہو گیا۔ فقرا اور درویشوں کے مسکن اور چھولداریاں میدانِ عرفات میں حاجیوں کے خیموں کا منظر پیش کرتیں۔ اس ویرانے میں رات کے پچھلے پہر درویش نفی و اثبات کی صدائیں بلند کرتے۔ تو یوں لگتا جیسے کائنات پر مستی چھا گئی ہے اور سربفلک پہاڑ اور

چٹیل میدان بھی حلقۂ ذکر میں شامل ہو گئے ہیں ۔

آپ نے پانچ ماہ کا عرصہ انسانی آبادی سے دور اس ویرانے میں گزارا۔ سیدالعارفین حافظ الملت حضرت حافظ محمد صدیق علیہ الرحمۃ اور شیخ ثانی ہادیٔ گمراہان حضرت حافظ محمد عبداللہ علیہ الرحمۃ کے اعراس بھی اسی جگہ ہوتے۔ راقم السطور کے والدِ گرامی حضرت سید مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ "میں نے آپ کی خدمت میں ایک خط بھجوایا جس میں حضرت حافظ الملت کے مسکن دارالامن بھرچونڈی شریف سے مستقل نقل مکانی کو روحانی اعتبار سے مناسب نہ ہونے کی طرف آپ کی توجہ دلائی۔ احادیث نبویہ کے حوالہ جات سے آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ اب اِس ملک کو اس کے حقیقی خطوط پر چلانے کی ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے جو اس کے کرتا دھرتا بنے ہوئے ہیں دنیا میں خیر و شر ازل سے چلے آئے ہیں اور موجود رہیں گے ۔

در کارخانۂ عشق از کفر ناگزیر است
آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد

اپنے خیال سے یا اس خط کے نتیجے میں پانچ ماہ کے بعد آپ درگاہ عالیہ بھرچونڈی شریف واپس تشریف لائے۔ یہ آپ کا آخری زمانہ تھا۔ طبیعت علیل تھی کمزوری کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات نماز کے لیئے آپ کو اٹھا کر لایا جاتا۔

وصالِ پُر ملال

معشوق ، ریاضؔ اُٹھ گئے اِس بزم سے کیا کیا
جاتی ہوئی دُنیا ہے رہے نام خدا کا

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ کے وعدۂ ازلی کے مطابق بالآخر وہ وقت آن پہنچا جب اللہ کا یہ مقبول بندہ، اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا محب، ملتِ اسلامیہ کیلئے دردمند دل رکھنے والا انسان اور دُنیائے انسانیت میں اسلام کے احیاء اور غلبے کا شیدائی اپنی حیاتِ مستعار کے دن پورے کر کے اپنے مالکِ حقیقی کے حضور حاضری کی تیاری کرنے لگا۔ حضرت پیر سید مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ نے وصال کی کیفیت کا جو نقشہ کھینچا ہے عینی شاہد کی حیثیت سے اُن سے زیادہ بہتر اور وقیع بات اور کون کر سکتا ہے لہذا اِس حادثۂ فاجعہ کی تفصیلات انہی کی زبانی سنتے ہیں۔

"وصال سے تقریباً سات آٹھ سال پہلے پُشت پر کاربنکل پھوڑا نکلا تھا۔

اُس نے آپ کی مثالی صحت پر کافی اثر ڈالا اور آپ اکثر بیمار رہنے لگے ربیع الاوّل ۱۳۸۰ھ میں بیماری نے طُول پکڑا اور آپ ذی فراش ہو گئے جماعت دور دور سے آنے لگی جماعت کے ہر فرد پر فراق کا ایک مجہول سا خوف طاری تھا۔ سب لوگوں کے چہروں پر اُداسی اور مُردنی چھائی ہوئی تھی۔ ۷ رجمادی الاوّل کو آپ نے اِس فقیر (حضرت مغفور القادری علیہ الرحمۃ) کو بلوا کر سورۂ واقعہ سُنی۔ جس میں قرآنی بلاغت نے مخصوص انداز میں نعمائے الٰہی کا نقشہ کھینچا ہے۔ بکلام الالٰہ، الرا الکلام، شاید نعمت عظمیٰ الٰہی (جو جنت میں اہلِ جنّت کو نصیب ہوگی کی پیاس اور تشنگی نے بیقرار کر رکھا تھا۔

۸ رجمادی الاوّل کو سورۂ فتح کا پہلا رکوع سُنا جس میں اشارہ تھا کہ مشتاقِ دید نے نعائم الٰہی کے ذکر میں اِسس بے نیاز کا جلوہ دیکھ لیا اور اِس جلوے کے نظارے کو فتح مبین کے حسین لفظوں میں سن کر شادکام ہوا۔ اور رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اتمام نعمت کا مژدۂ روح افزا مل گیا۔ قلب مومن میں سکینۂ الٰہیہ کا نزول مزید عرفان ولقین کا باعث ہوا۔

بڑے صاحبزادے مجاہد ملّت حضرت پیر عبد الرحیم شہید علیہ الرحمۃ سکھر ضروری کام سے جانے لگے تو خلیفہ فتح محمد (ڈرائیور) کو بطورِ خاص تاکید فرمائی کہ اسے (پیر جی کو) جلدی واپس لے آنا۔ وقت ذرا زیادہ گذرنے لگا تو بار بار آدمی بھجواتے کہ پتہ کرو عبدالرحیم (شہید علیہ الرحمۃ) واپس آیا ہے کہ نہیں۔ اِس اثنا میں حضرت شہید بھی خدمت میں آموجود ہوئے۔

بعض حضرات کا خیال تھا کہ سکھر کے اسپیشلسٹ ڈاکٹر کو طبیعت دکھا دی جائے چنانچہ خلیفہ فتح محمد پھر سکھر گیا۔ اور ۸ بجے شب ڈاکٹر کو لے آیا۔ ڈاکٹر بھرچونڈی

شریف میں دو گھنٹے رہا۔ اور معمولی ہدایات دے کر واپس چلا گیا۔

اُس وقت طبیعت کافی نحیف تھی آپ آنکھیں بند کیے سو رہے تھے۔ گویا فانی نظاروں سے آنکھیں بند کر کے لافانی نظارے میں محو تھے۔ یہ فقیر (حضرت سیّد پیر مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ) پلنگ سے دو چار ہاتھ کے فاصلے پر سامنے کھڑا ہے آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا مغفور! میں قریب ہوا تو فرمایا "ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً" یہ اشارہ تھا کہ اندرونِ خانہ معصوم صاحبات پر جانگداز واقعہ آنے والا ہے ان کی باقی عمر گریہ وزاری میں گزرے گی لہٰذا یہ آیت چینی کی طشتری پر لکھ کر انہیں پلا دینا تا کہ اِس واقعہ فاجعہ کا اثر دیر تک ان کے دلوں پر قائم نہ رہے۔ یہ آیت اِس باب میں بہت مفید ہے۔ واضح رہے کہ جب آپ نے مجھے عملیات سمجھائے تو اِس آیت کا عمل بھی سمجھایا تھا اِس آیت کو لکھ کر پینا یا پلانا خاص طور پر مصیبت زدہ مستورات کیلئے نہایت فائدہ مند ہے۔

رات خاموشی کے عالم میں گزاری۔ صبح وہ دن آگیا جس کے تصوّر سے ہم لوگ پہلے کانپ رہے تھے ۹ رجمادی الاوّل ۱۳۸۰ھ مطابق ۳۰ راکتوبر ۱۹۶۰ء بروز اتوار ایک بجے دن وہ انسان ہم سے رخصت ہوا جس کی انسانیت لاکھوں انسانوں کی مقتدا تھی اور جس کی روحانیت شہرستانِ رُوح کی تاجدار، جس کو ایک نظر دیکھ لینے سے دلوں میں اللہ اللہ کی ضربیں سنائی دیتی تھیں جس کا چہرہ اداس دلوں کو صبح کی تازگی بخشتا تھا اور رونے والوں کو تبسم جو بیک وقت مریدوں کا رحیم باپ بھی تھا اور پیر بھی، استاد و معلم بھی تھا اور مربی بھی۔ جس کی صحبت ردہ گاہ دلوں کا درماں تھی جو صورت میں عبدِ رحمان تھا تو سیرت میں رحمت رحمان۔ آہ! ایک حجتِ ایزدی، ایک آیۂ رحمت اور سایۂ عاطفت ہمارے سروں سے

اُٹھ گیا. اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن.

بچھڑا وہ اِس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اِک شخص کل جہان کو ویران کر گیا

یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح چاروں طرف پھیل گئی ہر طرف سے انسانوں کا ایک سیلاب اُمڈا چلا آتا تھا. فریاد و فغاں، چیخ و پکار، اور گریہ و بکا کا یہ عالم تھا کہ انسانوں کے ساتھ زمین و آسمان اور فرشتے بھی گریہ وزاری میں مصروف نظر آتے دوسرے روز (سوموار) روضۂ عالیہ میں اپنے والدِ گرامی کے پہلو میں دفن ہوئے.

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا.

؎ آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

روضۂ مبارک میں فاتحہ کیلئے جاتا ہوں تو فاتحہ بھول جاتی ہے آہ! کس کو فاتحہ دوں، اُسے جو ہم سے جُدا ہو گیا. نہیں نہیں دل کہتا ہے وہ ہم سے جدا نہیں ہونے کا. ایسے لوگ مرا نہیں کرتے. ایک انقباض کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے آنکھیں بند کر کے عرض کرتا ہوں اور فوراً نکل آتا ہوں.

ویراں ہے میکدہ خُم و ساغر اداس ہیں
تُم کیا گئے کہ رُوٹھ گئے دن بہار کے

حُلیہ مبارک

بلند و بالا قامت، اعضا گوشت سے بھرے ہوئے، رنگ کھلتا ہوا چہرہ صبیح

قدرے کتابی، آنکھیں بڑی بڑی اور سرگیں، پیشانی کشادہ اور چمکدار، ناک ستواں، رخسار نہ ابھرے ہوئے نہ پچکے ہوئے، موتی جیسے دانت، داڑھی گھنی قبضہ تک لمبی، خط قدرتی بنا ہوا، آواز گرجدار، بڑے بڑے اجتماعات میں آپ کی آواز پہلی اور آخری صف والے یکساں سنتے. قرأت قرآن میں الفاظ ٹھہر ٹھہر کے ادا فرماتے. جیسے موتی پروئے جا رہے ہوں. سر کے بال شانوں کو چھونا چاہتے. دو ایک دفعہ قصر بھی فرمایا. سر مبارک پہ سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دستار یا کلاہِ قادری، ہاتھ میں عصا، پیراہن پنڈلیوں تک اور گریبان سیدھا سینے پر. شلوار ٹخنے سے تقریباً چار انگل اوپر تاکہ رکوع میں جاتے وقت بھی اسبال کی وعید سے بچاؤ رہے. سردیوں میں اوپر جبہ بھی ڈالتے جس کا حاشیہ بہت خوبصورت ہوتا. رفتار میں متانت اور سنجیدگی. رعب کا یہ عالم کہ آنکھ اٹھا کر چہرے کو کوئی نہ دیکھ سکتا. زندگی بھر منہ سے کوئی فحش کلمہ یا گالی نہیں سنی گئی قہقہہ لگاکے ہنستے ہوئے آپ کو کبھی نہیں دیکھا گیا. روپے پیسے کو زندگی بھر ہاتھ نہیں لگایا. اہلِ دنیا اور افسران کے ساتھ ملنے سے کتراتے. مشائخ اور علما کو خود چل کر ملتے."

(عباد الرحمٰن صہ ۲۰۱، ۲۰۳)

پیرِ طریقت حضرت سید مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے وصال پر یہ تاریخ وصال نکالی.

آہ رحلت نمود شیخ زماں — گشت پنہاں زچشم فیض رساں
عالم و کامل و ولی افخم — مقتدا و مجاہد اعظم
جن و انساں بدند نعرہ زناں — آسمان و زمیں گریہ کناں
چوں بہ ایوان کفر کرد نگاہ — خواست غوغائے ضرب الا اللہ

ہر مقامیکہ کرد منزل گاہ	مسجد آزاد گشت منزنگاہ
بزم او بود بزم پُر انوار	عزم او بود قوت کرار
عبد رحمان در رحمتِ رحمان	قاسم جام بادۂ عرفان
کنت رُوح الحیاۃ للجہد	ایہا الشیخ ذخرتی لغد
سنت یوسف است زندہ ز تو	باطل از داغ سرفگندہ ز تو
بر دعائے تو اعتماد سرور	غفر اللہ ایہا المغفور
کان یحیی العظام وھی رمیم	فاذ من جاءہٗ بقلب سلیم
حجۃ اللہ کان فی الناسوت	واقف از سرِ عالم لاہوت
فکر تاریخ وصل او کردم	رنج بسیار در طلب کردم
روز یکشنبہ رفت مستعجل	ہنم مہ جمادی الاوّل

گفت رضوان خازن الجنۃ

فازا فوزًا عظیم فی الجنۃ

۱۳۸۰ھ

ملک کے قومی پریس نے آپ کے وصالِ پُر ملال کی خبر نمایاں طور پر شائع کی اور اسے قومی سانحہ قرار دیا۔ پیشوائے سلسلہ قادریہ اعلحضرت پیر صاحب پگارا مدظلہٗ نے پہلے دن اپنا نمائندہ بھیجا اور ایک ماہ کے بعد خود قدم رنجہ فرما کر صاحبزادگان اور جماعت کے ساتھ تعزیت کی۔ اور بھرچونڈی شریف کے چوتھے سجادہ نشین کی حیثیت سے آپ کے بڑے صاحبزادے مجاہدِ ملت حضرت پیر عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کی نامزدگی کے جماعتی فیصلے کی توثیق فرمائی۔ سندھ کے بیشتر مشائخ، علمائے صلحاء، نواب، سردار، وڈیرے

اور افسرانِ درگاہِ عالیہ میں تعزیت کیلئے حاضر ہوئے۔ محتاط اندازے کے مطابق ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں نے آپ کے جنازے میں شرکت کی۔ تیسرے روز حسبِ دستور خانقاہی قل خوانی میں آپ کے بڑے صاحبزادے مجاہدِ ملت حضرت پیر عبدالرحیم شہید علیہ الرحمۃ کی دستار بندی ہوئی اور آپ نے بھرچونڈی شریف کے چوتھے سجادہ نشین کی حیثیت سے اپنی خدمات سنبھالیں۔

اِس موقع پر غزالئ زماں رازیِ وقت شیخ المشائخ حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ماہنامہ "السعید" میں جو شذرہ لکھا ہم اسے من وعن نقل کر رہے ہیں۔ ولی را ولی می شناسد کے مطابق حضرت علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ ایسے عالمِ حقانی اور صاحبِ نظر بزرگ سے بہتر اور وقیع بات اور کون کر سکتا ہے۔ یہ شذرہ نومبر ۱۹۶۰ء یعنی آپ کی وفات کے دوسرے ماہ شائع ہوا۔ تیس بتیس سال بعد "السعید" کی فائلوں سے یہ تاثرات تلاش کرکے بھجوانے میں میرے دیرینہ دوست اور کرم فرما حضرت علامہ مفتی غلام مصطفےٰ رضوی مدظلہ العالی مفتی مدرسہ "انوار العلوم" نے بڑی مدد فرمائی۔ جزاءھم اللہ خیر الجزاء۔

"غزالئ زماں کے تاثرات"

مجاہدِ ملت حضرت پیر بھرچونڈی شریف کا وصال

"ملک بھر میں یہ خبر انتہائی رنج وغم کے ساتھ سنی جائے گی کہ حضرت قبلہ پیر عبدالرحمٰن صاحب قدس سرہٗ العزیز شیخ المشائخ بھرچونڈی شریف ۹ جمادی الاوّل ۱۳۸۰ھ بروز اتوار بوقت تین بجے دن رحلت فرمائے خُلد بریں ہوئے۔ حضرت کی ذات ستودہ صفات محتاج تعارف نہیں۔ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ کے ایک روحانی شیخ، عالم باعمل، متقی، پرہیزگار بزرگ

تھے۔ بلند اخلاق اور نہایت پاکیزہ کردار کے حامل تھے۔ آپ کا حلقۂ عقیدت بہت وسیع ہے پاک و ہند میں ہزاروں سے زیادہ مریدین، مسترشدین کی تعداد پائی جاتی ہے۔ آپ نے مذہب و ملت کیلئے بڑی ہی قربانیاں دیں۔ جماعت احیائے اسلام قائم فرمائی۔ اور اس کی سرپرستی کے فرائض نہایت اعلیٰ معیار پر انجام دیئے۔ ہر مرحلہ پر عقائد اہلسنت کی حمایت دین و مذہب کی حفاظت اور مسلمانوں کی مذہبی اصلاح و رہنمائی حضرت ممدوح کے زریں کارناموں میں سے ہے مذہب کے ساتھ آپ کی ذاتِ مقدسہ میں اسلامی سیاست کا بھی شعور تام پایا جاتا تھا اور اس میدان میں بھی حضرت ممدوح نے قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔

علماء کے ساتھ حضرت کو خاص محبت تھی اور علوم دینیہ کی ترویج کا خاص ذوق رکھتے تھے علماء کی خدمت، دینی مدارس کی گرانقدر امداد و اعانت ہمیشہ فرماتے رہے حضرت کی روحانیت نہایت قوی تھی اس لیئے حضرت کی جماعت مریدین مسترشدین کے قلوب میں حضرت اقدس کی ایسی بے مثال والہانہ محبت و عقیدت پائی جاتی ہے جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔

اس دور میں حضرت کی ذاتِ والا صفات مقربین بارگاہِ ایزدی میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی تھی حضرت کی رحلت اُمت مسلمہ کیلئے عموماً اور ممدوح اقدس کے مریدین و مسترشدین خلفائے کرام و صاحبزادگان عظام کیلئے خصوصاً ناقابل بیان رنج و الم کا موجب ہے۔

فقیر راقم الحروف حضرت کے وصال سے ۱۸ دن پہلے بھرچونڈی شریف حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہوا تھا۔ دو ملاقاتوں کا شرف حاصل ہوا۔ فقیر کی حاضری پر اظہارِ فرحت اور چہرۂ مبارکہ کی بشاشت کا منظر عمر بھر فراموش نہ ہو سکے گا۔

احقر انتہائی رنج و الم اور بے پناہ صدمہ کے جذبات دل کی گہرائیوں میں لیئے ہوئے حضور ممدوح کے صاحبزادگان کرام، خلفاء عظام اور جمیع مریدین و مسترشدین کی خدمت

میں تعزیت پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ رب کریم حضرت ممدوح کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عنایت کرے اس کے ساتھ ہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھرچونڈی شریف کے فیوض و برکات کو ہمیشہ اسی طرح جاری و ساری رکھے اور اس روحانی چشمۂ فیض سے تشنگانِ معرفت ہمیشہ سیراب ہوتے رہیں۔ آمین

سید احمد سعید کاظمی غفرلہٗ

(ماہنامہ "السعید" ملتان شمارہ نومبر ۱۹۶۰ء ص ۳۸)

لطائفِ رُوحانی

یہ مختصر باب ہم "عباد الرحمٰن" سے نقل کرتے ہیں۔ مصنف "عباد الرحمٰن" لکھتے ہیں۔

"صاحبانِ ارشاد و تلقین نے تزکیہ باطن کیلئے مختلف طریقے ایجاد کئے ہیں۔ دل کو عربی زبان میں قلب کہا جاتا ہے جس کے معنی پلٹنے کے ہیں چونکہ دل تغیر پذیر ہے اور ہر دیکھی ہوئی چیز کا اثر فوراً قبول کرلیتا ہے اِس لیئے روحانی معالجوں نے اس میں صرف یادِ الٰہی سمو دینے کیلئے کچھ اوراد مقرر کئے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اِن اوراد کی ضرورت نہ تھی۔ ان کے تزکیۂ نفس کیلئے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کا جمالِ جہاں آرا کافی تھا۔ تابعین کو بھی صحابۂ کرام کی صحبتِ مقدسہ نے اِن اشغال سے بے نیاز کر دیا تھا۔ بعد والے مشائخ نے جب دیکھا کہ قلوب زنگ آلود ہو چکے ہیں قلوب

لہٰذا ذکرِ الٰہی کو جاگزیں کرنے کیلئے جس لطافت اور صفائی کی ضرورت ہے وہ خیر القرون کے بُعد کی وجہ سے روز بروز مفقود ہوتی جا رہی ہے لہٰذا انہوں نے سالکانِ راہ کیلئے چند ایک مفید گُر بتلائے تا کہ دل خیالاتِ نفسانی سے پاک ہو کر عرشِ الٰہی بن جائیں۔

فقیر راقم کو چونکہ حضرت والاؒ (مجاہد اسلام حضرت پیر عبد الرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ) ہی نے یہ لطائف سمجھائے اس لیئے اُن کے ذکر میں چند اشغال درج کیئے جاتے ہیں تاکہ قارئین بھی اُن سے مستفید ہوں لیکن یاد رہے تیر وہ نشانے پر بیٹھتا ہے جو کمان سے نکلے یہ اشغال بھی اُسی وقت مفید ہو سکتے ہیں جب کسی کامل کی زبان سے نکلیں۔

طریق المراقبہ

مشائخ کی اصطلاح میں مراقبہ اپنے ہونے کی نفی کا نام ہے کیونکہ اس راہ میں اپنے ہونے کا اثبات بہت بڑا گناہ ہے۔ ؎

وجودک ذنبٌ لا یُقاسُ بہ ذنبٌ

طالب کیلئے ضروری ہے کہ پہلے اپنی انانیت کی نفی کرے انانیت اپنی حقیقت اور باطن کو غیر حق سبحانہٗ تعالیٰ کے تصور کرنے کا نام ہے یعنی اپنی حقیقت کو غیر نہ سمجھے آنکھوں کو بند کر کے اپنے ہونے کی نفی اور حق کا اثبات کرے۔ ضروری نہیں کہ اپنے دم کی آمد و رفت پر نگاہ رکھے کلمۂ طیبہ کی نفی و اثبات کا لحاظ بھی ضروری نہیں بلکہ قیام و قعود، حرکت و سکون حتیٰ کہ کھانے پینے میں معنی کا لحاظ رکھے۔

نفی و اثبات

شغل اوّل من طریقۃ النقشبندیہ العالیہ: دم بند کرے اور لا کو لطیفہ نفس سے لطیفہ سری خفی اخفیٰ تک، وہاں سے الٰہ لطیفہ روحی تک وہاں سے الا اللہ سری تک اور ہائے اللہ دل پر مارے۔

ایک ہی حبس میں اکیس دفعہ دوسری دفعہ محمد رسول اللہ، اگر اکیس تک دم نہ رکھ سکے تو جہاں تک پہنچ سکے، یہی عدد اکیس بار تمام وظیفہ ہے۔

شغل حضور اوّل من طریقۃ النقشبندیہ العالیہ:

طالب اس تصور میں مستغرق رہے کہ وہ پتھر، کنکر ہے کسی محرک کے بلا حرکت نہیں کر سکتا۔

اسئل اللہ العظیم ان یشغلنی و ایاک بحب ذاتہ و معرفتہ حتیٰ لا اریٰ الا ایاہ و لا اسمع الا منہ و لا انظر الا الیہ و لا اتکلم الا بذکرہ الا بذکرہ تطمئن القلوب؛

"خدائے برتر و کارساز سے دُعا مانگتا ہوں کہ مجھے اور تمہیں اپنی ذات کی محبت اور معرفت میں مشغول رکھے تاکہ صرف اسی کو دیکھوں۔ صرف اسی کی بات سنوں، جب بولوں تو اسی کا ذکر کروں۔ ہاں اللہ کے ذکر سے دلوں کو چین نصیب ہوتا ہے۔

یہ ایک وسیع باب ہے میں نے چند اشغال پر اکتفا کیا ہے ان چیزوں کو سمجھنے والے ان میں دلچسپی لینے والے لوگ بہت کم رہ گئے ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ اس میدان کے لوگوں کیلئے یہ اشغال نہایت قیمتی اور مفید ثابت ہوں گے۔" عبادالرحمٰن ص ۱۹۰ - ۱۹۱

مُعاصرین

جن کے ساتھ آپ کے مخلصانہ روابط زندگی بھر قائم رہے

تعلقات کے سلسلے میں آپ انتہائی وسیع المشرب تھے اور صرف انسانی رشتے کی بنیاد پر تعلقات استوار کرتے تھے اور پھر انہیں اس وضعداری اور شان کے ساتھ نباہتے کہ اس کی مثال عموماً کم نظر آتی ہے آپ کے تعلقات غیر مسلموں نظریاتی اور فکری مخالفوں کے ساتھ بھی برابر قائم رہے۔ مقامی قصبوں، ڈہرکی، اوباڑہ، میرپور ماتھیلو کی ہندو برادری شادی غمی کے مراسم میں باقاعدہ شامل ہوتی۔ متعدد انگریز افسران اخلاق عالیہ کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ ہمیشہ دُعا و زیارت کیلئے حاضر ہوتے۔ الغرض سوشل تعلقات کے سلسلے میں آپ کی زندگی کانَ خُلُقُہُ القُرآن کے حامل صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس جمیل تھی۔ اپنی جماعت مریدین کے لاکھوں افراد کے دلوں کی دھڑکن تو آپ تھے ہی

مگر جن دوسرے معاصرین سے آپ کے مخلصانہ روابط قائم رہے ان میں سے چند نام یہ ہیں۔

قائد اعظم محمد علی جناح، فقیر ایپی مرحوم، پیر صاحب مانکی شریف، مولانا عبدالحامد بدایونی، امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری، سردار عبدالرب نشتر، مخدوم الملک سید غلام میراں شاہ جمال دین والی، سردار رئیس غازی محمد خان اندھڑ دبانی جامع مسجد بھونگ، جام فتح محمد خان عرف جام ججھو خان، پیر علی محمد راشدی، پیر حسام الدین راشدی جی ایم سید، میر جعفر خان جمالی ادباوڑو، سردار بہادر قیصر خان بزدار، خان بہادر اللہ بخش سومرو (وزیر اعلیٰ سندھ) سردار بہادر محمد ایوب کھوڑو، سردار علی گوہر خان مہر، سید حاجی عبداللہ ہارون، پیر غلام مجدد سرہندی، پیر محمد ہاشم جان سرہندی، آغا عبداللہ جان سرہندی، سردار عبدالرحیم خان کھوسہ جیکب آباد، سردار جاگن خان بھیو، سردار داد ن خان لُنڈ، سردار خدا بخش خان پتافی، میر علی بلاول خان ڈومکی، سردار بہرام خان بجارانی (مشہور قومی ورکر میر بہران کے والد) سردار صاحب شرف بیعت بھی رکھتے تھے۔ سردار محمد اکبر خان کانجو رحیم یار خان، سردار عمر بخش خان کانجو رحیم یار خان، عبدالرزاق خان ڈاہر جام بشیر احمد خان ڈاہر، جام احمد یار خان ڈاہر، پیر سید محمد انور شاہ صاحب پیر گوٹھ اوباڑو سردار واحد بخش خان سرکی، سردار شیر علی خان جکھرانی، میر عبدالغفار خان کھوسہ، حاجی عبدالغنی خان کھوسو جنگوانی، سردار حاجی اللہ وسایا خان گوپانگ، مفسر قرآن حضرت مفتی احمد یار خان گجراتی، رئیس العلما ابو البرکات سید احمد قادری لاہور، مولانا محمد نواز صاحب دیسی رحیم یار خان مولانا ظہور الحسن درس کراچی، پیر الٰہی بخش صاحب (سابق وزیر اعلیٰ سندھ) قاضی فضل اللہ (مشہور سیاستدان) شیخ عبدالمجید سندھی، میر بندہ علی خان (سابق وزیر اعلیٰ سندھ) میر غلام علی خان

مولانا محمد صادق کھڈہ والے، خطیب سرائیکی سید حاجی شاہ صاحب فائق مرحوم۔ ان میں سے کچھ حضرات شرفِ بیعت سے بھی سرفراز ہوئے۔

امین الملت پیر محمد امین خان کھوسو اپنی کتاب "سندھ جو سید" میں لکھتے ہیں۔

"میں یوں تو جی ایم سید کی خدمت میں ہزاروں دفعہ حاضر ہوا۔ مگر ایک دفعہ اپنے آقا شیخ المشائخ حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ ایسے سلطان نادرویش کے پرشکوہ جماعتی جلوس کے ساتھ حاضر ہوا۔ جی ایم سید نے پوری جماعت کی ضیافت کی۔ آپ نے ظہر اور عصر کی نمازیں باجماعت حیدر منزل (کراچی میں جی ایم سید کی رہائش گاہ) پر ادا کیں۔ ظاہر ہے اگر میرا دل زلفِ گرہ گیر کا اسیر نہ ہوتا تو یہ دعوت قبول ہی نہ ہوتی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سندھ میں جن جن حضرات سے میرا رشتۂ مودت قائم تھا ان سب نے حضرت سائیں کی دعوتیں کیں۔ ضیافتیں پیش کرنے والے چند نام یہ ہیں۔ جناب حضرت پیر مہدی شاہ سائیں جھنڈے والے، راشدی برادران، خان بہادر اللہ بخش شہید، پیر الٰہی بخش، قاضی فضل اللہ، شیخ عبدالمجید سندھی میر بندہ علی خان، میر غلام علی خان، حضرت مولانا محمد صادق کھڈہ والے۔[1]

متذکرہ بالا حضرات میں سے حاجی عبدالغنی کھوسو جنگوانی، سردار حاجی اللہ وسایا خان گوپانگ، میر عبدالغفار خان کھوسو آپ کے انتہائی جان نثار فدائی اور مخلص مریدین میں شامل ہونے کے باوجود بے تکلف اور مزاج شناس ہونے کا شرف بھی رکھتے تھے۔ ضلع رحیم یار خان

---

[1] "سندھ جو سید" ۲۰ مطبوعہ حیدر آباد

کے مریدین میں سے عمدۃ الصلحاء میاں غریب شاہ صاحب ہاشمی سنجرپوری اور ان کے فرزند میجر بشیر احمد صاحب میاں نذیر احمد صاحب اور ان کا سارا خاندان، رحیم یار خان میں حافظ الملّت صدیق الامت حضرت حافظ محمد صدیق علیہ الرحمۃ سے شرفِ بیعت رکھنے والے نامور بزرگ قاضی محمد ہاشم علیہ الرحمۃ کا خاندان اور کانجو خاندان کے سردار عمر بخش خان کانجو اور محمد اکبر خان کانجو کا خاندان۔ خان پور ضلع رحیم یار خان سے نامور اہلِ علم علامہ منظور احمد نظامی فخر الحفاظ حافظ مقبول احمد صاحب نظامی اور ان کے برادران۔ وہاں برادری کے منشی خدا بخش اور حاجی کریم بخش مرحوم۔ متو مبارک کے ملک اللہ بخش، ملک جندوڈہ اور ان کے اخلاف میانوالی قریشیاں کی کہل برادری کے حافظ غلام محمد، خان پور کے علاقہ سے خٹک برادری کے حاجی بہرام خان خٹک، اللہ آباد سے حافظ رحیم بخش ہاشمی، منشی دین محمد ترک، قاضی واحد بخش جام پوری (تحصیل خان پور) میاں احمد بخش سومرو ریلوے گارڈ سکنہ خان پور ایسے نام ہیں جن کے ساتھ حضرت والا کی شفقت، محبّت اور خصوصی لطف و کرم کا برتاؤ خاندان کے افراد کی طرح رہا۔ بحمد اللہ ان میں سے کچھ لوگ زندہ ہیں باقیوں کی آل اولاد بدستور رشتۂ عقیدت و محبت استوار کئے ہوئے ہے ؎

یک چراغیست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری، انجمنے ساختہ اند

سلسلۂ عالیہ قادریہ راشدیہ صدیقیہ

مرشد کل محبوب ازل سرورِ عالم حبیب خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم ۱۲ ربیع الاوّل سنہ ۱۱ھ مدینہ منورہ

پیشوائے اولیآ باب مدینۃ العلم حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سنہ ۴۰ھ نجف اشرف

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ م سنہ ۶۱ھ کربلا
امام علی زین العابدین رضی م سنہ ۹۴ھ مدینہ منورہ
امام محمد باقر رضی اللہ عنہ م سنہ ۱۱۴ھ "
امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ م سنہ ۱۴۸ھ "
امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ م سنہ ۱۸۳ھ بغداد
امام موسیٰ علی رضا رضی اللہ عنہ م سنہ ۲۰۳ھ ایران

حضرت حسن بصری رح م سنہ ۱۱۰ھ بغداد
حضرت حبیب عجمی رح م سنہ ۱۵۶ھ بصرہ
حضرت داؤد طائی رح م سنہ ۱۶۵ھ بغداد

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ م سنہ ۲۰۰ھ بغداد
حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ م سنہ ۲۵۳ھ بغداد

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	م سنہ ۲۹۸ھ	بغداد
حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ	م سنہ ۳۳۴ھ	بغداد
حضرت عبدالواحد تمیمی رحمۃ اللہ علیہ	م سنہ ۴۲۵ھ	بغداد
حضرت ابوالفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ	م سنہ ۴۴۷ھ	طرطوس
حضرت ابوالحسن ہکاری رحمۃ اللہ علیہ	م سنہ ۴۸۶ھ	بغداد
حضرت ابوسعید مبارک مخزمی رحمۃ اللہ علیہ	م سنہ ۵۱۳ھ	بغداد
پیر پیراں غوث اعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی رح	م سنہ ۵۶۱ھ	بغداد
حضرت سید سیف الدین عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ	م سنہ ۵۹۳ھ	بغداد
حضرت سید صفی الدین صوفی رحمۃ اللہ علیہ	م سنہ ۶۱۱ھ	بغداد
حضرت سید ابوالعباس احمد رحمۃ اللہ علیہ	م سنہ ۶۳۰ھ	حلب
حضرت محی الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ	م سنہ ۶۶۰ھ	حلب
حضرت ابوالحسن ضیاالدین علی رحمۃ اللہ علیہ	م سنہ ۷۱۵ھ	حلب
حضرت ابومحمد سراج الدین شاہ میر گیلانی رح	م سنہ ۷۶۶ھ	حلب
حضرت شمس الدین محمد اعظم گیلانی رحمۃ اللہ علیہ	م سنہ ۸۳۴ھ	حلب
حضرت ابوعبداللہ محمد غوث گیلانی حلبی رح	م سنہ ۹۲۳ھ	اوچ
حضرت سید عبدالقادر ثانی رحمۃ اللہ علیہ	م سنہ ۹۴۰ھ	اوچ
حضرت سید عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ	م سنہ ۹۴۲ھ	اوچ
حضرت سید حامد گنج بخش کلاں رحمۃ اللہ علیہ	م سنہ ۹۷۸ھ	اوچ
حضرت سید عبدالقادر ثالث رحمۃ اللہ علیہ		اوچ

حضرت حامد محمد شمس الدین ثانی رحمۃ اللہ علیہ		اوچ
حضرت سید عبدالقادر رابع رحمۃ اللہ علیہ		اوچ
حضرت حامد محمد شمس الدین ثالث رحمۃ اللہ علیہ		اوچ
حضرت حامد محمد گنج بخش ثانی رحمۃ اللہ علیہ		اوچ
حضرت حامد محمد شمس الدین رابع عرف صالح رحمۃ اللہ علیہ		اوچ
حضرت سید عبدالقادر آخرین کیمیا نظر رحمۃ اللہ علیہ	م سنہ ۱۱۹۱ھ	پیر کوٹ سدھانان جھنگ
حضرت سید محمد بقا رحمۃ اللہ علیہ	م سنہ ۱۱۹۸ھ	شیخ طیب خیرپور سندھ
حضرت قبلہ عالم سید محمد راشد رحمۃ اللہ علیہ	م سنہ ۱۲۳۳ھ	درگاہ پیر پاگارا پیر گوٹھ
حضرت سید محمد حسن شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	م سنہ ۱۲۵۴ھ	سوئی شریف
حضرت جنید وقت سید العارفین حافظ محمد صدیق رح	م سنہ ۱۳۰۸ھ	بھرچونڈی شریف
حضرت شیخ ثانی ہادی گمراہاں حافظ محمد عبداللہ رح	م سنہ ۱۳۴۶ھ	بھرچونڈی شریف
مجاہد اسلام شیخ المشائخ حضرت پیر عبدالرحمٰن رح	م سنہ ۱۳۸۰ھ	بھرچونڈی شریف

خلفائے مجاز

مشائخ صوفیاء کے ہاں ابتدا سے ایک انسان کو خداترس، خدمت گذار، رحم دل، انصاف پسند، ایثار پیشہ، نرم خو، فراخ دست، بردبار، عالی حوصلہ اور دوسری ظاہری و باطنی خوبیوں سے آراستہ کرنے کیلئے باقاعدہ عملی تربیت کا نظام موجود رہا ہے جب تک یہ نظام اپنے لوازمات کے ساتھ قائم رہا ہے مسلم معاشرہ مثالی انسانوں سے بھرا رہا ہے مشائخ صوفیاؒ کے اس تربیتی نصاب کو مکمل کرکے جو لوگ میدانِ عمل میں نکلتے تھے وہ کندن ہو چکے ہوتے تھے۔

جہاں تک سلسلۂ بیعت کا تعلق ہے بقول حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ اس کا آغاز خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ نے کیا۔ ارشادِ ربانی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے مختلف امور پر بیعت لی مثلاً اسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جہاد پر بیعت لی کبھی ہجرت پر، کبھی آپ نے ارکانِ اسلام کی اقامت پر بیعت لی۔ تو کبھی میدانِ جہاد میں ثابت قدمی پر، اسی طرح کبھی سنّتِ نبوی پر قائم رہنے اور بدعت سے بچنے پر بیعت لی۔ تو کبھی عبادات میں ذوق و شوق پر، حدیث میں آیا ہے کہ انصار کی عورتوں سے بین نہ کرنے پر آپ نے بیعت لی۔ اسی طرح ابنِ ماجہ میں ہے کہ آپ نے کچھ محتاج مہاجرین سے سوال نہ کرنے پر بیعت لی۔ اب اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ جب ایک کام بطریق عبادت آپ سے ثابت ہے تو وہ یقیناً سنّت ہے۔"[1]

کردار سازی کی اس کٹھالی سے جو لوگ کامیاب ہو کر نکلتے تھے مشائخ صوفیاؒ اس قسم کی تربیت گاہیں قائم کرنے اور کردار سازی کے عظیم الشان کام کو آگے بڑھانے کا باقاعدہ انہیں اجازت نامہ عطا کرتے تھے. کردار سازی یا ایک انسان کو سچا انسان بنانا کوئی معمولی یا آسان کام نہیں ہے کہ ہر کہ ومہ کو اس کی اجازت دے دی جائے. جو شخص یہ کام سنبھالتا ہے پہلے اس کے بارے میں پوری تصدیق تو ہو کہ وہ اس کام کا اہل بھی ہے یا نہیں۔ برسوں کی ریاضتوں، چلّوں اور مشقت آمیز محنتوں کے بعد یہ تصدیق نامے جاری ہوتے تھے. یہ ہے اُن اجازت ناموں، خلافتوں اور خرقہ و عمامہ پوشی کی حقیقت جو سینکڑوں برس سے مشائخ صوفیاؒ کا معمول ہے سلسلۂ بیعت خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوا البتہ خرقہ پوشی کا طریقہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے جاری فرمایا۔[2]

---

[1] القول الجمیل۔ شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی ۱۳، ۱۴ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

[2] انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ از شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی ۲، ۳

تاریخ شاہد ہے کہ بھرچونڈی شریف کے "انسان ساز" اداے نے جن حضرات کو خلافت و اجازت کی ذمہ داریاں سونپیں وہ ہر لحاظ سے اس کے اہل تھے یہ لوگ مرد بھرچونڈی کے خلفاء نہیں تھے بلکہ ان میں سے ہر شخص اسلامی کردار کا نمونہ، ملتِ اسلامیہ کے مفادات کا محافظ، انگریزی استعمار کا دشمن اور اسلامی اقدار کا نقیب تھا حافظ الملت کی تحریک کے ان نمائندوں نے برصغیر کی تاریخ پر جولافانی نقوش ثبت کیے اس پر بھرچونڈی شریف کی تاریخ کو ہمیشہ ناز رہے گا۔

حضرت حافظ الملت اور ہادی گمراہاں شیخ ثانی علیہم الرحمۃ کی سنت اور طریقے کے مطابق مجاہدِ اسلام شیخ ثالث حضرت پیر عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ نے بھی اس خدائی امانت کو اہل لوگوں کے حوالے کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ آپ نے چند حضرات کو سلسلۂ عالیہ قادریہ نقشبندیہ میں اجازت بیعت کی خلافت سے نوازا۔ اور بے شمار صاحبانِ علم و فضل کو خلافتِ صحبت کا اعزاز عطا فرمایا۔ خاص فیض یافتگان کو ہم خلفائے مجاز اور خلفائے صحبت کے عنوانات میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ خلفائے مجاز وہ صاحبانِ فضل و کمال ہیں جنہیں آپ نے بیعت لینے کی اجازت عطا فرمائی۔

آپ کے خلفائے مجازین کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

مجاہدِ ملت فخرِ طریقت حضرت پیر عبدالرحیم شہید علیہ الرحمۃ

حکایت از قدِ آں یارِ دل نواز کنیم
بایں فسانہ مگر عمرِ خود دراز کنیم

آپ مجاہدِ اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ کے سب سے بڑے فرزند تھے۔

سنہ ۱۳۳۰ھ میں پیدا ہوئے۔ شکل و صورت، جاہ و جمال اور علم و فضل کے اعتبار سے اپنے والدِ گرامی کی حسین تصویر تھے۔ بھرچونڈی شریف کے عمر رسیدہ فقرا کا بیان ہے کہ حضرت پیر شہید علیہ الرحمۃ پیدا ہوئے تو آپ کے جدِ امجد ہادی گمراہاں حضرت حافظ محمد عبداللہ علیہ الرحمۃ سابق ریاست بہاول پور کے علاقے میں جماعت سمیت سفر پر تھے آپ کو نومولود پوتے کی اطلاع ملی تو آپ نے انتہائی خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا۔ جماعت میں مولود خوانی ہوئی۔ آپ نے سفر ملتوی کرتے ہوئے فرمایا "دور سے مہمان آیا ہے پہلے اس کا استقبال کرنا چاہیئے۔ چنانچہ فوراً بھرچونڈی شریف پہنچے۔ اور آپ نے فرمایا ہم نے آج بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو پورا کیا ہے۔ یعنی میرا نام عبداللہ میرے فرزند کا عبدالرحمٰن اور نومولود کا نام عبدالرحیم رکھا ہے گویا تسمیہ پورا کر دیا ہے۔

عمر رسیدہ فقرا کا بیان ہے کہ آپ ذرا بڑے ہوئے تو سارا دن اپنے جدِ امجد کے سینے پر کھیلتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ ایک درویش نے آپ کو ہٹانا چاہا تو حضرت شیخ ثانی نے اُسے روکتے ہوئے فرمایا "یہ بادشاہ ہے جو اس کی مرضی آئے کرے اسے کچھ نہ کہو"۔

آپ کو جدِ امجد حضرت شیخ ثانی علیہ الرحمۃ ہی سے بیعت کا شرف حاصل ہوا قرآن مجید کے پندرہ پارے حفظ اور پندرہ ناظرہ پڑھے دینی علوم کی باقاعدہ تکمیل کی۔ زیادہ تعلیم فخر العلماء حضرت مولانا عبدالکریم صاحب اور راقم کے جدِ امجد حضرت الحاج پیر سید سردار شاہ بخاری علیہ الرحمۃ سے حاصل کی۔ شرح وقایہ اور حدیث کی کچھ کتابیں راقم کے والدِ گرامی حضرت شاہ مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی پڑھیں۔ آپ انتہائی با اخلاق متواضع ملنسار اور عجیب شخصیت کے مالک تھے آپ کی خوبیوں اور صفات کو چند جملوں میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ آپ اعلیٰ درجے کے شہسوار، بلا کے نشانہ باز اور ہاتھ کی کمائی کھانے

والے شخص تھے۔ سحر خیزی آپ کی گھٹی میں شامل تھی۔

راقم السطور نے آپ کی سجادگی کا دور (سنہ ۱۹۶۰ء سے سنہ ۱۹۷۰ء) تقریباً آپ کی خدمت میں گزارا ہے۔ آپ جوہر شناس، علم اور اہلِ علم کے قدردان اور خود صاحبِ علم شخص تھے۔ آپ انگریزی سامراج کے خلاف جدوجہد اور تحریکِ پاکستان کے ہراول دستے میں شامل رہے۔ اِس طوفانی دور میں اپنے گرامی قدر والد کی سرکردگی میں آپ کی خدمات اور قربانیوں کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

راقم کے ساتھ انتہائی لطف و کرم کا مظاہرہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے آخری دور میں راقم کو یہ شرف حاصل ہوا کہ وہ کئی دن تک حدیث کی معتبر ترین کتاب بخاری شریف کی تلاوت کرتا اور آپ سنتے۔ یہ آپ کی اِس خواہش پہ ہوا کہ مجھے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا شدہ الفاظ بہت پیارے لگتے ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ کوئی الفاظ پڑھے اور میں سنتا رہوں۔

اردو زبان کے صاحبِ طرز ادیب، نامور عالم اور خطیب، امیر البیان میر حسان الحیدری سہروردی نے اوباڑہ (سندھ) کو مستقل قیام گاہ بنایا تو حضرت شہید کی جوہر شناسی اور علم دوستی نے انہیں بھی کھینچ لیا۔ آپ کی سجادگی کا دس سالہ دور چٹکیوں میں گزر گیا۔ لیکن ہم دونوں اب تک اس دور کی حسین یادوں کو نہیں بھول سکتے۔ آپ کوئی علمی بحث چھیڑ دیتے اور میر حسان الحیدری صاحب کی جولانیٔ طبع سے لطف اندوز ہوتے۔

امیر البیان میر حسان الحیدری خاں آپ کے بارے میں ایک جگہ لکھتے ہیں "شیرِ خدا پیر عبدالرحیم شہیدؒ خانقاہِ عالیہ بھرچونڈی شریف کی علمی و روحانی رباعی کا آخری مصرعہ تھے جو گویا حاصلِ رباعی ہوتا ہے۔ آپ حضرت حافظ الملت کے فقر و غنا کے امین اپنے جدِّ امجد

شیخ ثانی حضرت ہادیٔ گمراہاں کے رعب و جلال اور ہیبت و سطوت کے وارث اور اپنے والدِ گرامی مجاہدِ اسلام حضرت بھورل سائیں علیہ الرحمۃ کے دینی، سیاسی اور تحریکی مشن کے علمبردار تھے۔"

سنہ ۱۹۷۰ء میں سوشلزم کے طوفانی نعرے کے خلاف سندھ میں سینہ سپر ہو گئے سندھ کی اسلام دوست قوتیں آپ کو اپنے لیۓ طاقت و رلشت پناہ سمجھتی تھیں۔ ابن الوقت اور طالع آزما حکمرانوں سے آپ کی کبھی نہیں بنی۔ ساری زندگی دُکھ اُٹھاتے اور غم سمیٹتے رہے تاہم اپنے مشن سے دستبردار نہیں ہوئے۔ آپ حضرت علامہ اقبالؒ کے اس شعر کی تصویر تھے۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

آپ کے دور میں بھرچونڈی شریف ایک نئے دور میں داخل ہوئی پختہ روڈ بجلی، ٹیلیفون وغیرہ کی سہولتیں میسر آئیں۔ خانقاہ نے اپنا دینی و تبلیغی انداز برقرار رکھا ۱۹۶۹ء میں آپ نے لاہور میں "یوم محمد بن قاسمؒ" کی صدارت فرمائی۔ برکت علی اسلامیہ ہال میں منعقدہ اِس منفرد قسم کی کانفرنس میں آپ نے جو یادگار تقریر فرمائی۔ ملکی پریس نے اُسے نمایاں طور پر شائع کیا۔

آپ مجاہدِ اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ کے بڑے صاحبزادے اور خلیفۂ مجاز تھے رجب ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء میں نوکر شاہی، وڈیروں اور خاندانی مخالفین نے مل کر آپ کو شہید کر دیا۔ رحمہ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔ ملک کے نامور اہلِ قلم امیر البیان میر حسان الحیدری سہروردی نے آپ کو اِس طرح خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

آں قلندر، شیرِ حق عبدالرحیم — ملتِ اسلامیہ را بُد زعیم
آں شہیدِ اولیں، اہلِ وفا — با توکل پیکرِ صبر و رضا
مسلکِ او جہدِ استقلال و عزم — نازشِ اسلامیاں در بزم و رزم
دینِ حق از جہدِ او مصئون بود — باطلے از نعرہ اشس محزون بود

پیر سید شریف احمد نوشاہی سجادہ نشین ساہنپال شریف گجرات نے آپ کی تاریخ وفات اس طرح نکالی ہے۔

در سالِ رحلتش چوں شرافت خیال کرد
آمد ندائے ہاتف پیرِ خجستہ فال
۱۳۹۱ھ

جامع شریعت و حقیقت حضرت
پیر سید مغفورُ القادری رحمۃ اللہ علیہ

ضروری نہیں کہ محاورہ "پدرم سلطان بود" ہر جگہ غلط ہو۔ اگر علمی اور دینی اعزاز کوئی فخر کی بات ہے تو راقم فخراً اس کا اظہار کرتا ہے کہ راقم کے والدِ گرامی حضرت شاہ مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر اوپر سات پشتوں تک علم و فضل، زہد و تقویٰ اور گوناگوں کمالات کی جو شاندار روایت مجھے اپنے خاندان میں ملی ہے اس کی روشنی میں پدرم سلطان بود بھی نامکمل تعبیر ہے۔ اس خاندانِ عالی وقار کا ہر فرد کئی پشتوں تک ایک دوسرے سے بڑھا ہوا اور فائق نظر آتا ہے۔

علم و فضل اور معرفت و سلوک کی جن بلندیوں پر اس بلند نشان خاندان کے افراد فائز تھے انہیں اپنے حلقۂ عقیدت میں لے آنا ہر مدعی معرفت کے بس کی بات نہ تھی۔ یہ اعزاز بھی حضرت حافظ الملت کے خانوادہ کو حاصل ہوا کہ اُس نے اِس ذی وقار خاندان

کو اپنے حلقۂ عقیدت میں کھینچ لیا۔

حضرت سید مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۲۶ھ میں بہاول پور ڈویژن کے مشہور مردم خیز قصبے گڑھی اختیار خاں میں پیدا ہوئے۔ سلسلۂ نسب سادات اوچ کے مشہور حضرت عالم بخاری خاندان سے ملتا ہے۔ والد گرامی حضرت بدرالدین سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ جید عالمِ دین، شیخ طریقت، ہفت زبان شاعر تھے۔ آپ نے اکلوتے لختِ جگر کا تاریخی نام مغفور ۱۳۲۶ھ اور لقب سیف الدین تجویز فرمایا۔ حضرت مغفور القادری نے پہلے قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر علومِ دینی کی تکمیل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مفتی محمد حیات، سراج الفقہا مولانا سراج احمد اور مولانا عبدالکریم علیہم الرحمۃ سرِفہرست ہیں۔

آپ نے سلسلۂ عالیہ سہروردیہ میں اپنے والدِ گرامی اور سلسلۂ عالیہ قادریہ میں شیخ ثانی حضرت حافظ محمد عبداللہ علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ عارف باللہ اور شب زندہ دار بزرگ تھے ساری زندگی دینی تعلیم، اصلاحِ اخلاق و اعمال اور قومی خدمت میں گزاری۔ حضرت شیخ ثالث علیہ الرحمۃ کے ساتھ آپ کا تعلق عشق کی حد تک تھا: اور حضرت شیخ ثالث بھی آپ کو بیٹوں سے بڑھ کر چاہتے تھے آپ نے عرصہ دراز تک بھرچونڈی شریف میں رہ کر صاحبزادگان کو تعلیم دی۔ آپ حضرت شیخ ثالث علیہ الرحمۃ کے ہمدم و دمساز، رفیقِ خاص بلکہ "یارِ غار" تھے۔ حضرت شیخ ثالث کی پوری زندگی کی جدوجہد میں حضرت سید مغفور القادری علیہ الرحمۃ کا ساتھ چولی دامن کا رہا ہے آپ بھرچونڈی شریف کی خاص تقریبات میں تقریر کیلئے زبان کھولتے تو آہ و بکا سے مسجد کے در و دیوار گونج اُٹھتے۔ آپ کچھ وقت پیر سید رحم شاہ مرحوم (خانوادہ پیر پگارا کے ایک صاحبزادے) کو سکھر میں پڑھاتے رہے۔

آپ نے تذکرہ مشائخ بھرچونڈی شریف "عباد الرحمٰن" کے نام سے مرتب فرمایا۔ یہ کتاب اپنی البیلی زبان اور درد و محبت کے ارمغان کی بنار پر انتہائی اہمیت کی حامل ہے

آپ نے اپنے آبائی علاقے میں دینِ متین کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ گڑھی اختیار خاں کی تاریخی جامع مسجد کو از سرِ نو مرمت کرایا۔ علاقے میں غیر شرعی رسوم اور بدعات کے خلاف مؤثر آواز اُٹھائی خلافِ شرع اور جاہل پیروں کے طلسم میں گرفتار عوام کے سامنے اسلام کی حقیقی تعلیمات پیش کیں۔ سابق ریاست بہاول پور کے مختلف علاقوں میں ہزاروں سے زیادہ آپ کے مریدین مسترشدین موجود ہیں۔ آپ زندہ دل اور باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے۔ مطالعہ کے اِس قدر رسیا کہ کتاب کے بغیر ایک لمحہ نہیں گزار سکتے تھے۔ اردو، عربی، فارسی اور سرائیکی زبان میں شعر کہتے اور خوب کہتے۔ اِن زبانوں میں خصوصًا آپ کا نعتیہ کلام انتہائی سوز و درد کا حامل ہے اردو، فارسی، اور عربی پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔ راقم السطور کو اگر کچھ علمی شُدھ بدھ نصیب ہوئی ہے تو وہ سراسر حضرت والدِ گرامی کے فیضانِ کرم اور آپ کی درد بھری دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ راقم السطور کے نام آپ کی وصیت کے چند الفاظ یہ ہیں۔ یہ وصیت آپ نے عربی میں لکھی ہے۔

یا بنی اوصیک بتقوی اللہ ان اولیاءہٗ اِلّا المتقون

واوصیک بقرأۃ القرآن ومجاودۃ القلب والمسجد انک

مامونٌ من ھموم الدنیا وافکارہ بحسن توفیقہٖ

جانِ پدر! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے دوست (اولیاء اللہ) صرف صاحبِ تقویٰ لوگ ہی ہوتے ہیں۔ نیز میں تمہیں قرآن مجید کی تلاوت اور دل اور مسجد کی نگہبانی کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر تم نے اس پر عمل کر لیا تو دنیاوی

کچھ عرصہ بعد خواب میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو آپ نے بھی کرم فرماتے ہوئے شیخ صاحب کو خصوصی اجازت عطا فرمائی۔ اِسی لیے شیخ صاحب اپنا نام اِس طرح لکھتے تھے: "بیعۃ الرسول فقیر غلام رسول" آپ کی نشست و برخاست اور گفتار و رفتار سے حضرت شیخ ثالث علیہ الرحمۃ کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ اس چشمۂ شیریں پر چاروں طرف سے طائرانِ طریقت نے ہجوم کیا۔ اور یوں شیخ غلام رسول علیہ الرحمۃ کے مسکن نے سلسلۂ عالیہ قادریہ کی خانقاہ کی شکل اختیار کر لی۔ آپ ۱۹۶۷ء میں واصل بحق ہوئے آپ کے صاحبزادے میاں عبد الفتاح آپکے جانشین ہوئے۔ میاں صاحب ۱۹۸۹ء میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اِن دنوں میاں عبد الفتاح کے صاحبزادے شیخ صاحب کی مسند کو سجائے ہوئے ہیں۔

فخر العلماء مولانا عبد الرحیم علیہ الرحمۃ

آپ سابق ریاست قلات کے باشندے تھے اونچے درجے کے عارف باللہ اور درویش تھے۔ ذکرِ جہری میں مشغول ہوتے تو ایک خاص قسم کا تبسم ہونٹوں پر کھیلتا رہتا۔ معلوم ایسے ہوتا کہ زبان ذکر میں محو ہے اور آنکھیں دیدارِ یار میں لگی ہوئی ہیں۔ حضرت شیخ ثالث علیہ الرحمۃ نے آپ کو اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ ۱۹۴۹ء میں کسی دشمن نے آپ کو شہید کر دیا۔

اُٹھائے کچھ ورق لالے نے، کچھ نرگس نے، کچھ گُل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

آپ کے چند ممتاز
متوسّلین اور مسترشدین

یوں تو آپ کے حلقۂ ارادت ومحبت کی تعداد لاکھوں میں ہے ۱۹۶۵ء کے ایک جائزے کے مطابق آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے والوں کا اندازہ تین لاکھ سے کچھ زیادہ ہی بنتا ہے۔ سیدالعارفین جنیدِ وقت حضرت حافظ محمد صدیق علیہ الرحمۃ اور شیخ ثانی ہادیٔ گمراہاں حضرت حافظ محمد عبداللہ علیہ الرحمۃ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہونے والے خوش قسمت افراد ان کے علاوہ ہیں۔ آپ کے متعلقین و منتسبین میں بڑے بڑے علماً صلحاً اور اہلِ دل لوگ شامل ہیں۔ سیدالعارفین کے انفرادی اسلوب تربیت کا خاصا یہی رہا ہے کہ جو شخص بھی آپ کی جماعت میں داخل ہوتا اس کی کایا پلٹ جاتی۔ چند ہی روز میں یہ شخص شریعتِ مبارکہ کی ظاہری پابندی کے ساتھ ساتھ بہترین انسانی اخلاق واوصاف سے بھی آراستہ ہو جاتا۔

شیخ ثالث حضرت پیر عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ کی نگاہ میں قدرت نے ایسی تاثیر پیدا کر دی تھی کہ بڑے سے بڑے شخص کیلئے بھی یہ ممکن نہ تھا کہ وہ آپ سے آنکھیں چار کرنے کے بعد اپنے اندر کوئی ہلچل، حرارت، ولولہ یا تبدیلی محسوس نہ کرے۔ سینکڑوں لوگوں نے صرف آپ کی شکل مبارک دیکھ کر اپنی زندگیاں درست کر لیں آپ

کے مریدین ومسترشدین میں چند باتیں نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہیں۔

عام روایات، حکایات، مخصوص خانقاہی انداز اور معمولات کی پاسداری کے برعکس آپ کے ارادت مندوں میں قرآن مجید اور سیرتِ نبویہ کو مدار و معیار قرار دیا جاتا ہے۔

ظاہری وضع قطع، نشست وبرخاست اور شکل وصورت سے اتباعِ نبوی کی مکمل جھلک آپ کی جماعت میں واضح نظر آتی ہے۔

علم دین کی ترویج وترقی، علم سے محبت اور علمی ذوق وچرچے پر کافی زور دیا جاتا ہے۔ اہلِ علم کی قدردانی اور علمائے دین سے محبت اِس جماعت کا طرۂ امتیاز ہے۔

ڈھول، باجے، مزامیر، تمباکو، نسوار وغیرہ سے بحمداللہ آپ کی جماعت بڑی حد تک آزاد ہے۔

خدمت، انکساری، فروتنی اور دوسرے بزرگانِ طریقت کے ساتھ اختلاف مسلک کے باوجود انتہائی ادب واحترام سے پیش آنا، جماعت بھرچونڈی شریف کی تربیت کا حصّہ ہے۔

سادات کرام کے سامنے نسبتِ نبوی کے احترام واعزاز کے پیشِ نظر اپنے آپ کو مٹا دینا اور حقیقتاً اپنے آپ کو ایک ادنیٰ خادم سمجھنا اس جماعت کی منفرد خصوصیت ہے۔

مجاہد اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ نے ایک دفعہ آبدیدہ ہو کر یہ اشعار پڑھے۔

قوی شدیم چہ شد ناتواں شدیم چہ شد ؟
چنیں شدیم چہ شد یا چناں شدیم چہ شد ؟
ہیچ گو نہ دریں گلستاں قرارے نیست
تو اگر بہار شدی ما خزاں شدیم چہ شد ؟

بلا شبہ انکساری ، فروتنی ، اور ہیچمدانی کی یہی روح آپ نے اپنی جماعت میں پھونکی . بھرچونڈی شریف کا عام درویش مسائل فقہ سے واقفیت ، جذبۂ اتباع سنت اور اسلام کی خاطر ہر قسم کی قربانی کیلئے ہمہ وقت تیاری کے اعتبار سے بڑے بڑے مدعیانِ طریقت پر فوقیت رکھتا تھا . گویا جماعت بھرچونڈی شریف کا معمولی درویش اپنی جگہ خود شیخ طریقت تھا . تاہم مشائخ صوفیا کے طریقے کے مطابق آپ نے چند خوش قسمت حضرات کو خلافت بیعت عطا فرمائی . اور بعض صاحبانِ علم و عمل کو اپنی خصوصی توجہ سے نوازتے ہوئے مخلوق خدا کی رہنمائی اور ہدایت کا فریضہ سونپا .

آپ کے متوسلین میں شاہ و گدا ، عالم و ناخواندہ ، رئیس و فقیر ہر قسم کے لوگ شامل ہیں تاہم خلفائے اور ممتاز متوسلین پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے بیشتر لوگ علمائے دین ہیں گویا آپ کے ہاں خصوصی قرب کے اصل حقدار علمائے دین تھے . بحمد اللہ آپ کے اِن متوسلین میں بیشتر حضرات زندہ ہیں اور ملک میں اسلام اور ملت اسلامیہ کی بیش بہا خدمات سرانجام دے رہے ہیں .

مشائخ صوفیا کے ہاں خلافت کی کئی اقسام ہیں . حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتابوں "القول الجمیل" اور "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں پوری تفصیل بیان کی ہے خلافت کے سلسلے میں خلفائے مجازین کا درجہ سب سے بلند ہے یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں مرشد تربیت ، ریاضت اور مجاہدات کی مشکل ترین کٹھالی سے نکال کر پوری طرح اطمینان حاصل کر لیتے ہیں کہ اب یہ لوگ کھرے سونے کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں یعنی انہیں انسانی مزاج ، اس کے مرغوبات و مکروہات اور خواہشات سے مکمل آگاہی حاصل ہو چکی ہے نیز وہ پوری طرح اس بات کے اہل ہیں کہ انسانی تربیت اور اصلاح کا عظیم الشان پیغمبرانہ کام ان کے سپرد کیا جا سکتا ہے مرشد ایسے لوگوں کو پوری طرح اپنا جانشین قرار دیتے ہوئے اپنی طرف سے انہیں سند عطا کرتے تھے . یہ کام ایسا آسان اور روایتی مشغلہ نہیں کہ ہر ماؤشما کو اس کی سند دے دی جائے اس کے لیئے برسوں مجاہدات اور ریاضتوں کی ضرورت ہوتی ہے اس کے بعد دوسرا درجہ خلفائے صحبت کا ہے ہر چند یہ درجہ پہلے سے

ذرا کم ہے مگر عام لوگوں کی بہ نسبت خلفائے صحبت کا رتبہ بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔

خلفائے صحبت سے مراد وہ لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے شیخ کی صحبت کا پورا پورا فیض اٹھایا ہے ان کی ذاتی زندگیاں اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قالب میں ڈھلی ہوتی ہیں وہ شرعی مسائل سے پوری طرح واقف اور ان پر عمل پیرا ہیں۔ چنانچہ مخلوقِ خدا کو اچھائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا فریضہ ان کے سپرد کیا جاتا ہے۔

ہمارے حضرت شیخ ثالث رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے صحبت کا اندازہ ہزاروں میں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی جماعت کا معمولی درویش، شریعت و سنت کا نمونہ ضروری شرعی احکام سے پوری طرح باخبر اور پابندِ صوم و صلوٰۃ ہے آپ کا ارشاد ہے کہ خانقاہ حضرت حافظ الملت کا معمولی درویش دوسری خانقاہوں کے مشائخ کا رتبہ رکھتا ہے ہم چیدہ چیدہ چند حضرات کا ذکر کرتے ہیں تاکہ آپ کی سیرت کا یہ پہلو بھی تشنہ نہ رہے۔

امین الملت میر محمد امین خاں کھوسہ علیہ الرحمۃ

مجاہدِ اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے اس شیدائی اور بھرچونڈی شریف کی جماعت کے لائق فخر فرزند کا تعلق کھوسہ قوم کی جاماٹی شاخ سے ہے آپ ۱۹۱۳ء میں ضلع جیکب آباد کے گاؤں عزیز آباد میں ایک نہایت دیندار اور معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد میر عبدالعزیز خاں روشن خیال، تعلیم یافتہ اور صاحب

نظر بزرگ تھے۔

امین الملت نے لکھا ہے کہ دورانِ شیر خوارگی میری والدہ نے کبھی بلا وضو مجھے دودھ نہیں پلایا۔[1]

امین الملت نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے میں حاصل کی۔ ۱۹۳۲ء میں علی گڑھ سے بی اے کیا اور ۱۹۳۶ء میں علی گڑھ ہی سے ایل ایل بی حصہ اول کا امتحان پاس کیا آپ زمانہ طالب علمی میں کالج کی سرگرمیوں میں پیش پیش رہے اس دوران سر راس مسعود ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، نواب محمد اسماعیل خاں اور دوسرے مسلم زعماء سے آپ کے خصوصی تعلقات قائم ہوئے۔

امین الملت شروع سے بے چین روح، بے تاب دل اور پرسوز شخصیت کے مالک تھے۔ آپ ابتداء میں کلین شیو، انگریزی تہذیب کے دلدادہ اور سوشلزم سے متاثر تھے کالج کے زمانے میں ہی مجاہدِ اسلام شیخ المشائخ حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی زلفِ گرہ گیر کے اسیر ہوئے تو ذہنی صلاحیتوں کا سارا رخ تحریک آزادئ وطن اور اسلام کی سربلندی و احیاء کی طرف مڑ گیا۔

الٰہی سحر ہے پیرانِ خرقہ پوش میں کیا
اک نظر میں جوانوں کو رام کرتے ہیں

بھرچونڈی شریف کے حوالے سے حضرت مولانا ابوالحسن سید تاج محمود امروٹی اور مولانا عبیداللہ سندھی سے بھی بڑی عقیدت رہی۔ ایل ایل بی فائنل سے کچھ عرصہ پہلے سیاسی سرگرمیوں کی بناء پر آپ کو علی گڑھ سے خارج کر دیا گیا۔

---

[1] قلمی یادداشتیں امین الملت

آپ ۱۹۳۸ء میں حبیب آباد سے قانون ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے یہ سیٹ میر زین العابدین خان سندرانی کی وفات سے خالی ہوئی تھی اس سیٹ پر آپ کا مقابلہ سردار شیر محمد خاں بجارانی سے ہوا۔ بقول جی ایم سید اپنے والد اور پیر بھرچونڈی شریف کی دعاؤں سے واضح اکثریت سے کامیاب ہوئے۔[1]

آپ نے مارچ ۱۹۳۸ء میں اسمبلی میں حلف اُٹھایا۔ اور ۱۹۴۵ء تک برابر ممبر چلے آئے۔

جناب جی ایم سیّد نے امین الملت کے نظریات کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

۱. دین اسلام آخری اور مکمل دین ہے اور انسانیت کی نجات اسی دین کی پیروی میں منحصر ہے۔

۲۔ حقیقی اسلام کی صحیح تشریح سرزمینِ سندھ سے ہوگی۔

۳۔ دین اسلام کی اس تعبیر و تشریح کے لیئے سندھ کے تمام اولیائے کرام کی طرف سے آخری منتشر ہونے کا فریضہ پیر صاحب بھرچونڈی شریف کو سونپا گیا ہے۔

۴۔ مولانا عبید اللہ سندھی پیر صاحب بھرچونڈی شریف کے فیض یافتہ تھے اس لیئے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فلسفہ سے حاصل کردہ تجربے کی بنا پر انہوں نے پیر صاحب کے پیغام کی صحیح ترجمانی کی ہے۔[2]

---

[1] جنب گزاریم جن سیں ، ۲۱۱ مصنف جی ایم سیّد۔

[2] جنب گزاریم جن سیں ؛ ۲۱۹ ، ۲۲۰ جی ایم سیّد۔

راقم السطور نے امین الملت کے ساتھ کافی عرصہ گزارا ہے وہ حلفاً کہہ سکتا ہے کہ اتنا لطیف حس، رمز شناس، عالی ہمت، بلند حوصلہ، اسلام کا شیدائی، بھرچونڈی شریف کا عاشق، کشادہ دست، مہمان نواز، اسلامی قدروں کا نقیب اور صاحبِ درد انسان میری نظر سے نہیں گذرا۔ میں نے آپ کے ساتھ ذوالفقار علی بھٹو (سابق وزیر اعظم) یحییٰ خاں سابق صدر پاکستان، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا مفتی محمود، شورش کاشمیری، نواب زادہ نصر اللہ خان، شورش کاشمیری، نواب اکبر خاں بگٹی؛ علامہ علاء الدین صدیقی اور کئی دوسرے زعماء کے پاس حاضری دی۔ امین الملت اپنی بھرپور شخصیت، دلآویز گفتگو، ایمان اور ایقان کی بلندی اور دوسری کئی خوبیوں کی بنا پر مجھے ہر جگہ بھاری اور وزنی محسوس ہوئے۔ امین الملت اپنی سحر انگیز گفتگو اور شخصیت کی بنا پر ان حضرات پر چھائے رہے۔ اور انہوں نے بھی ان کے ساتھ ایک قابلِ احترام مگر بے تکلف بزرگ کا رویہ روا رکھا۔

امین الملت انگریزی زبان بہت خوبصورت لکھتے اور بولتے۔ فارسی ذوق بہت بڑھا ہوا تھا فارسی اشعار اس طرح لاتے کہ اہلِ ذوق پھڑک اُٹھتے۔

ان کی نگاہ میں ایسی تاثیر تھی کہ بیگانے اور راہ چلتے اجنبی ایک ہی نگاہ میں اپنے اور شناسا بن جاتے تھے۔

ذوالفقار علی خاں بھٹو مرحوم (سابق وزیر اعظم حکومت پاکستان) انہیں چچا کہہ کر پکارتے تھے۔ متحدہ ہندوستان کے کم و بیش تمام لیڈروں سے ان کے گہرے دوستانہ مراسم تھے۔ مسٹر جواہر لال نہرو اور ان کے پورے خاندان سے آپ کے تعلقات گھریلو نوعیت کے تھے آنجہانی مسز اندرا گاندھی بھی آپ کو چچا کہہ کر مخاطب کرتیں اور

آپ کا بے حد احترام کرتیں۔

سردار چٹیل، عبدالغفار خان سرخپوش لیڈر، عبدالصمد خان اچکزئی وغیرہ سے امین الملت کے تعلقات برادرانہ، بے تکلفانہ اور برابری کی سطح پر تھے مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی مدظلہ العالی سابق وفاقی وزیر مذہبی امور پاکستان سے لاہور میں آپ کی ملاقات میں نے کرائی۔

۱۹۶۹ء میں میں پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے کا طالب علم تھا۔ اس دوران مجاہد اسلام مولانا عبدالستار خان نیازی مدظلہ، مولوی محمد ابراہیم علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ اور حکیم محمد انور بابری کے ساتھ میرے انتہائی نیازمندانہ تعلقات تھے۔ میرا بیشتر وقت ان حضرات کی خدمت میں گزرتا۔ اسی اثنا میں امین الملت بھی لاہور تشریف لائے اور آپ چھ سات ماہ کا عرصہ نعمت کدہ ہوٹل داتا دربار (لاہور) میں قیام پذیر رہے۔ امین الملت کا لاہور آنا میرے لیئے بے حد خوشی اور تقویت کا موجب ثابت ہوا۔ اور میں نے کوشش کر کے یونیورسٹی کے اپنے تمام احباب، اساتذہ اور بزرگوں کی امین الملت سے ملاقاتیں کرائیں۔

امین الملت، مجاہد اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن علیہ الرحمتہ کے عاشق اور شیدائی تھے آپ اپنی ہر گفتگو اور تحریر میں اپنے مرشد کا ذکر ضرور کرتے پاکستان کے قیام کو سراسر اپنے مرشد کی جد وجہد اور دعاؤں کا نتیجہ قرار دیتے تھے بھرچونڈی شریف حاضر ہوتے تو ایک معمولی درویش کی طرح رہتے۔ درگاہ کے احاطے میں ننگے پاؤں گھومتے اور زمین پر سوتے۔ بھرچونڈی شریف سے نسبت رکھنے والا کوئی فرد مل جاتا تو اس کے سامنے بچھ جاتے اسکی دعوتیں کرتے نذرانہ پیش کرتے ایک دفعہ دوران گفتگو آپ نے مجھے بتایا کہ

"امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ اپنے آخری مرض میں کراچی میں مقیم تھے۔ ایک دفعہ میں حاضر ہوا طبیعت کچھ زیادہ ہی بگڑ چلی تھی۔ مجھے دیکھ کر فرمایا۔ محمد امین! تم میرے سامنے بیٹھو، میں تمہیں دیکھوں اور مروں (کیونکہ تم میرے مرشد کی جماعت کے فرد ہو)

محسوس یہ ہوتا ہے کہ امین الملت کا خمیر بھرچونڈی شریف کی مٹی سے اٹھایا گیا تھا۔ جی ایم سید کے نام اپنے ایک خط میں امین الملت لکھتے ہیں۔

زاہد چہ پرسی از مذہب من

زندیق عشقم بے چون و چرا

میں فقط بھرچونڈی شریف کو جانتا ہوں اسی کے نام نامی سے ہر چیز کی ابتدا کرتا ہوں مجھے دوسری جگہوں میں پھرنے کی ضرورت نہیں ہے۔[1]

ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

چوں غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

میں ازلی و ابدی سندھ پرست کیونکہ میرے پیر، آقا، مربی، سائیں، پیروں کے پیر، مسند فقر کے یکتا، بے مثل، بوریا نشین، شاہنشاہ، زیب و زینت حضرت عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ بھرچونڈی شریف والے بھی سندھی ہیں۔[2]

جی ایم سید کے نام ایک اور خط میں رقمطراز ہیں۔

"یہاں ایک آفس میں حکمت رانامی ایک ہندو کلرک ہے۔ میں نے اس سے

---

[1] واجھۃ ویراکین جا: ۳۵۴ مرتبہ عبدالواحد آریسر مطبوعہ حیدرآباد سندھ مجموعہ خطوط جی ایم سید وامین الملت۔

[2] " " " ۱۲۸ " " " " " " " "

پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ اس نے کہا ڈھرکی کا۔ ڈھرکی شریف کا لفظ سن کر ظاہری طور پر نہیں مگر باطنی طور پر میرا سر اس دیوان کے آگے سجدے میں جھک گیا۔ ڈہرکی شریف بھرچونڈی شریف کا شہر ہے۔ یہاں کے ہندو بڑے پکے ہندو ہوتے ہیں مگر ان پر عظمت اسلام کا پورا سکہ چھایا ہوا ہوتا ہے انہیں مبلغ بنا کر بھیجا جائے تاکہ وہ "اعلیٰ حضرت امیر المسلمین فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں" اور ان کے ساتھیوں کو انسانی عظمت کے سبق پڑھائیں اور لال بہادر شاستری جس کا دل اسلامی سطوت کے آگے پہلے ہی جھکا ہوا ہے اُسے بھرچونڈی شریف آکر میرے حضرت کے سامنے ایمان لانے کی تلقین کریں۔"[1]

سیاسی اعتبار سے امین الملت کا تعلق کانگریس سے رہا مگر مرشد کے ساتھ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس منعقدہ ۱۹۴۶ء میں بھی شریک ہوئے آپ مسلم لیگی زعما کی دیانت داری (ماشاء اللہ) بالخصوص پاکستان کو ایک حقیقی اسلامی مملکت بنانے کے بارے میں ان کے دعوؤں کو سیاسی نعرہ قرار دیتے تھے۔

مجاہد اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ کی پاکستان میں دلچسپی دیکھ کر امین الملت مرشد کے ساتھ مسلم لیگ اور احیاء الاسلام کے جلسوں میں شریک ہوتے اور مفید مشورے دیتے رہے۔

راقم السطور پر آپ بڑا کرم فرماتے تھے ۱۹۶۹ء میں لاہور تشریف لائے

[1] واجف ویراکین جا، ۱۴۲ مرتبہ عبدالواحد آریسر مطبوعہ حیدرآباد سندھ (مجموعہ خطوط جی ایم سید و امین الملت)

اور پانچ چھ ماہ قیام فرمایا تو اس دوران میرا بیشتر وقت آپ کے ساتھ گزرا۔ اس دور کے آپ کے بیشتر مسودات اور خطوط (اردو، انگریزی) میرے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں آپ زبانی بولتے اور میں لکھتا جاتا۔ بعض اوقات کوئی نیا خیال سوجھتا۔ کوئی سیاسی تبدیلی عمل میں آتی یا کوئی خاص واقعہ رونما ہوتا تو حاجی جان محمد مرحوم (خادم خاص) کو نیلا گنبد بھجوا کر مجھے اسی وقت بلوا لیتے۔ آپ کی سحر انگیز گفتگو، کٹاؤ دار لہجے اور بات بات میں مومنانہ جلال کے مناظر مجھے عمر بھر نہیں بھول سکتے۔

آپ کی زندگی میں دو تین دفعہ عزیز آباد (آپ کے گاؤں) حاضری کا اتفاق ہوا تو ایک ناچیز طالب علم کا جو اعزاز و اکرام کیا گیا اس کے تصور سے آج بھی شرم اور ندامت محسوس ہوتی ہے۔

امین الملت کا خیال، فکر، سوچ، اوڑھنا، بچھونا بھرچونڈی شریف تھا جب امین الملت پر لکھی گئی کتابوں میں بھرچونڈی شریف کا ذکر تک نہیں ملتا۔ تو ہمیں حیرت کے ساتھ دکھ بھی ہوتا ہے۔

راقم السطور کے والد گرامی حضرت پیر سید مغفور القادری علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کے جس باغ (باغ فاطمہ) میں منعقد ہو رہی تھی اس میں ایک طرف چند پرانی قبریں موجود تھیں۔ امین الملت مرحوم کانفرنس کے مندوبین کے خیموں اور قبروں کی طرف اشارہ کر کے اکثر حضرت علامہ کا یہ شعر دہراتے نظر آتے۔

من ازیں بیش ندانم کہ کفن دزدے چند
بہر تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند

آہ اس دوراندیش قلندر کی باریک بینی اور مستقبل شناسی۔

امین الملت حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کے عاشق اور آپ کے فکر و فلسفے کو برصغیر کے مسلمانوں کے مسائل کا واحد حل سمجھتے تھے آپ حضرت سندھی کے فکر و فلسفے کا سرچشمہ حرف سید العارفین جنید وقت حضرت حافظ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کی ذات کو قرار دیتے تھے۔

لاہور میں قیام کے زمانے میں آپ نے حضرت مولانا سندھی کا ایک بڑا پورٹریٹ تیار کرایا اور پھر مجھے یہ اعزاز بخشا کہ یہ فوٹو درمیان میں رکھوا کر ایک طرف خود اور دوسری طرف مجھے بٹھا کر فوٹو کھنچوایا۔

ایک دفعہ امین الملت نے یہ واقعہ سنایا کہ دہلی کی ایک محفل میں حضرت سندھی دو تین اور علماء اور چوہدری غلام احمد پرویز (فتنۂ انکار حدیث کے باقاعدہ بانی اور مشہور مصنف) اکٹھے ہو گئے بات سیاسیات وغیرہ پر چل نکلی تو پرویز صاحب حسب عادت بار بار قرآن مجید کی کسی آیت کا حوالہ دیتے۔ حضرت سندھی نے انہیں ہر بار روکا کہ آپ اپنی بات سیدھی طرح کریں قرآن کا حوالہ نہ دیں مگر پرویز صاحب اپنی روش سے باز نہ آئے اور انہوں نے پھر قرآن مجید کا حوالہ دیا تو مولانا عبیداللہ سندھی اپنے روایتی جلال میں آ گئے اور کڑک کر فرمایا بس کرو اس بے اثر کتاب کا حوالہ نہ دو۔ جو تیس برس سے تم سے انگریز کی نوکری نہیں چھڑا سکی۔ (اس دور میں چوہدری غلام احمد پرویز کو انگریز کی نوکری کرتے ہوئے تقریباً اتنا عرصہ گزر چکا تھا) خیال ہے کہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی نے جلال میں آ کر پرویز صاحب کی ترجمانی میں یہ الفاظ ادا فرمائے ورنہ مولانا سندھی کے سارے فکر و فلسفہ انقلاب اور انگریز دشمنی کا سرچشمہ خود قرآن مجید ہے۔ گویا مولانا سندھی کے نزدیک قرآن مجید سے تعلق کا بالکل ابتدائی اور لازمی نتیجہ انگریز کی استعماری قوت کی مخالفت اور اس سے دشمنی ہے اور اگر یہ ابتدائی چیز بھی حاصل نہیں تو پھر قرآن کے

بار بار حوالے دینے کا کیا مقصد ہے؟

مولانا عبیداللہ سندھی نے اپنے آخری مرض کے دوران کراچی میں اصرار کر کے ایک دفعہ امین الملت کو مصلیٰ امامت پر کھڑا کیا اور خود امین الملت کی اقتدا میں نماز پڑھی امین الملت اس اعزاز پر ہمیشہ فخر کرتے تھے۔

امین الملت نے اپنے ذاتی دوستوں کی ایک مختصر فہرست خود مرتب کی ہے قارئین ان بلند پایہ شخصیات کے ناموں پر ایک نظر ڈال کر امین الملت کی اپنی شخصیت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

قادر بخش خاں نظامانی سابق ایڈیٹر "صبح سندھ" کراچی کے نام اپنے ایک خط محررہ ۱۵-۱۲-۱۹۷۱ میں لکھتے ہیں۔

"اس عاجز کے پاس تشریف لانے والوں کے اسمائے گرامی ملاحظہ ہوں۔

شیخ المشائخ حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبیداللہ سندھی مولانا محمد صادق کھڈہ کراچی۔ مولانا عزیز احمد (خادم مولانا سندھی) شیخ عبدالمجید سندھی شہید حق اللہ بخش سومرو، مولانا دین محمد وفائی، مولانا عبدالکریم چشتی، مولانا محمد معاذ نوابشاہ مولانا عبدالغفور سیتائی، دانائے راز سید حسام الدین راشدی، پیر علی محمد راشدی، خبطی کامریڈ عبدالقادر، یوسف ہارون، سعید ہارون، لالجی ملہوترا۔ حاتم علوی، جی الانا، علی نواز وفائی، خان عبدالصمد اچکزئی، نواب محمد اکبر خان بگٹی، نواب خیر بخش خاں مری، نواب یوسف علی خاں مگسی، سردار غلام رسول خاں کورائی، میر عبدالعزیز خاں کرد، محمد حسین عنقا، محمد حسن نظامی، نواب شہباز خاں خارانی، میر بندہ علی خاں تالپور، مجاہد اور فلسفی میر علی احمد خاں تالپور، جمال اور کمال کے پرستار میر رسول بخش خاں تالپور، میر غوث بخش

خان بزنجو، میر گل خان نصیر مینگل، نواب غوث بخش خان رئیسانی، میر جعفر خان جمالی، نواب نور محمد خان گولہ، ڈاکٹر ذاکر حسین خان سابق صدر انڈیا، نواب محمد اسماعیل خان آف میرٹھ سید غلام بخاری، سید امین شاہ جیلانی، سید اعظم جی ایم سید، پیر الٰہی بخش سابق وزیر اعلیٰ سندھ، ادیب محمد علیگ، مبارک ساغر، قاضی فضل اللہ، ڈاکٹر چوئتھ رام CHOITH RAM، ہیمو کالانی، شری کانتی، گوپال سپاہیملانی، شیخ ایاز، شہزادہ عبدالکریم آف قلات عبدالصمد ترانی، خان عبدالغفار خان، مولانا ظفر علی خان، خان بہادر مولا بخش سومرو، خان بہادر محمد ایوب کھوڑو، مولوی اللہ ڈنو بروہی، مولانا غلام مصطفےٰ عبید اللٰہی (قاسمی) برکت علی آزاد، سیٹھ رادھا کرشن، سیٹھ کنہیا لال گابا، مولانا سعید احمد اکبرآبادی، پروفیسر محمد اسلم صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی، جی اے مدنی، میرے علی گڑھ کے تمام دوست خواجہ احمد عباس، ابو سلمان شاہجہانپوری، علامہ مفتی محمود، غلام غوث ہزاروی، حافظ محمد اسماعیل، حافظ خیر محمد اوحدی، سندھ کے بے نظیر مجاہد مولوی نذیر حسین جتوئی، قاضی مجتبیٰ سندھ کے صاحب قلم سید سردار علی شاہ ذاکر (مدیر مہران) میرے لیڈر رحیم بخش سومرو، حیدر بخش جتوئی، احمد میاں سومرو، سردار لقا محمد جکھرانی، میر بلوچ خان ڈومکی، گل محمد جکھرانی قیصر خان گولاٹو، مولوی عبید اللہ سومرو، نبی بخش خان سرکی، خان صاحب سردار خان کھوسہ خان صاحب شاہل خان کھوسہ، سردار واحد بخش خان سرکی، حاجی محمد مراد خان جمالی، سردار یار محمد خان جمالی، موجودہ سندھ میں جہاد آزادی کی تحریک کے صف اوّل کے سپاہی اور جنیل محمد خان غازی وردگ آپ کے تمام صاحبزادے آصف فصیح الدین وردگ (حال سینیٹر) غازی خان وردگ، مکی خان وردگ اور میجر واصف وردگ"۔[1]

---

[1] مکتوبات امین الملت : ۵۳، ۵۴

امین الملت میر محمد امین خان کھوسہ مختصر علالت کے بعد دسمبر ۱۹۷۲ء میں کراچی میں واصل بحق ہوئے۔ ؎

وہ صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

وہاں سے میت آپ کے آبائی گاؤں عزیز آباد (ضلع جیکب آباد) لائی گئی۔ جنازہ میں سندھ کے بیشتر عمائدین، سیاستدان، علماء اور عوام کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ نواب محمد اکبر خان بگٹی ان دنوں بلوچستان کے گورنر تھے۔ آپ بھی اپنے ہیلی کاپٹر میں تشریف لائے جنازہ میں شامل ہوئے اور میت کو کندھا دیا۔

امین الملت کی وفات سے ایک عہد اور تاریخ اپنے اختتام کو پہنچی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ آج بھی اپنے آقا و مرشد مجاہد اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اُس عالم میں جس کا کوئی نام نہیں بدستور عقیدت و محبت کی محفلیں سجائے ہوں گے۔ امین الملت کا حضرت والا سے جو تعلق تھا اس کا تقاضا یہی ہے ؎

نسبت جو مجھے ہے تیرے کوچے کی زمیں سے
میں دفن کہیں ہوں مگر اٹھوں گا وہیں سے

دنیا کی نیرنگیاں بدستور قائم ہیں مگر امین الملت کی جگہ خالی ہے اور شاید ہمیشہ خالی رہے۔

ہمارے بعد محفل میں اندھیرا رہے گا
بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لیے

آپ کی اولاد نرینہ نہیں تھی اس وقت آپ کے برادرِ خورد میر نظام الدین

خاں آپ کے علمی اور روحانی جانشین ہیں۔ آپ صاحبِ علم اور بزرگوں کی روایات کے امین ہیں۔ آپ نے امین الملت کے افکار و نظریات کی نشر و اشاعت کے لئے امین الملت اکیڈمی بھی قائم کی ہے۔ خدا کرے یہ اکیڈمی امین الملت کے آفاقی نظریات اور پیغام کا مؤثر ذریعہ ثابت ہو۔

مخدوم السادات سید محمد مظفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ راقم السطور کے والد گرامی حضرت الشیخ سید مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ کے چچازاد بھائی تھے آپ کے والدِ ماجد مجمع الفضائل پیکرِ درد و محبت حضرت پیر سید بہار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ میرے جدِ امجد حضرت سید سردار شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے آپ اپنے بڑے بھائی کو والد اور مرشد کی حیثیت دیتے تھے بڑے بھائی کے سامنے خاموش اور مؤدب رہتے۔ وہ اٹھتے تو ان کی جوتیاں سیدھی کرنے میں عار نہ سمجھتے۔ سید محمد مظفر علی شاہ علیہ الرحمۃ ۱۳۳۰ھ میں گڑھی اختیار خاں میں پیدا ہوئے آپ کا تاریخی نام آپ کے عم محترم اور میرے جدِ امجد پیرِ طریقت حضرت سردار شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا۔ ابتدائی تعلیم بھرچونڈی شریف میں حاصل کی۔ کچھ وقت سابق ریاست بہاول پور کی اسلامی یونیورسٹی جامعہ عباسیہ میں زیرِ تعلیم رہے۔ مشہور قومی کارکن علامہ رحمت اللہ ارشد آپ کے ہم درس تھے دستارِ فضیلت سندھ کے مشہور دینی دارالعلوم "دارالہدیٰ" ٹھیڑی سے حاصل کی۔

کچھ عرصہ مسجد مائی صاحبہ خان پور میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے

بعد میں مستقل طور پر اپنے زمینداره کاروبار میں مشغول ہو گئے۔

آپ دراز قد، فصیح اللسان، اور انتہائی وجیہہ شکل و صورت کے حامل تھے مطالعہ بہت وسیع تھا۔ ہر موضوع پڑھتے، ہر محفل میں میرِ مجلس ہوتے۔ گفتگو انتہائی پرمعنیٰ، شائستہ شستہ اور نستعلیق ہوتی۔ آپ کو عربی، فارسی اور اردو کے ہزاروں اشعار یاد تھے شعر اس قدر برمحل پڑھتے کہ اہلِ ذوق وجد میں آ جاتے۔

بات سے بات نکالنے، نکتے پیدا کرنے اور مخالف کو فوراً جواب کر دینے میں آپ کا جواب نہیں تھا۔ آپ ایک ایسی باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے، جہاں بیٹھتے خوشیاں اور مسرتیں بکھیر دیتے۔ آپ اعلیٰ درجے کے قادر الکلام خطیب بھی تھے۔

آپ نے شیخِ ثانی ہادیٔ گمراہاں حضرت حافظ محمد عبداللہ علیہ الرحمۃ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی مگر استفادہ کا زیادہ تعلق شیخِ ثالث مجاہدِ اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے رہا۔ حضرت پیر صاحب علیہ الرحمۃ نے آپ کو وعظ و نصیحت اور پند و ارشاد کے ذریعے مخلوقِ خدا کو ہدایت کرنے کی تلقین فرمائی۔

آپ ۱۵ شعبان ۱۴۱۲ھ کو واصلِ بحق ہوئے۔ مزار آستانہ قادریہ شاہ آباد شریف میں ہے۔ ؎

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

آپ کے بڑے صاحبزادے سید احمد نواز شاہ صاحب آپ کی تمام خوبیوں کے امین اور آپ کے جانشین ہیں۔

عمدۃ الصلحا میاں غریب شاہ صاحب ہاشمی سنجر پور

آپ کا اسمِ گرامی میاں شہاب الدین اور لقب غریب شاہ تھا۔ شیخِ ثالث مجاہدِ اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے شروع شروع میں آپ کی درویشی کم گوئی اور عزلت پسندی کو دیکھتے ہوئے آپ کو غریب شاہ کا لقب عطا فرمایا۔ شیخ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا یہ لفظ اصل نام پر سبقت لے گیا یہاں تک کہ خود بھی اپنے آپ کو غریب شاہ لکھتے۔

آپ برصغیر کے ایک نامور علمی اور روحانی خاندان کے رکن رکین تھے آپ کے اکابرین مغل بادشاہوں کے دور میں اندرون حویلی شہزادیوں کی تعلیم وتربیت پر مامور رہے تھے اس ہاشمی خاندان کے مورثِ اعلیٰ نامور مجاہد محمد بن قاسم علیہ الرحمۃ کے ساتھ اس ملک میں وارد ہوئے۔ مغل بادشاہوں کے تصدیق نامے اور تعلیمی خدمات کی سندات ان حضرات کے پاس موجود تھیں۔ سنجر پور تحصیل صادق آباد میں آباد اس خاندان کا رابطۂ عقیدت شروع میں سید العارفین جنیدِ وقت حضرت حافظ محمد صدیق علیہ الرحمۃ سے قائم ہوا۔

میاں غریب شاہ علیہ الرحمۃ نے شیخ ثانی ہادیٔ گمراہاں حضرت حافظ محمد عبداللہ علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ آپ صورت وسیرت میں بھرچونڈی شریف کی قابل فخر جماعت کے مایۂ ناز فرزند تھے۔ منکسر المزاج، مہمان نواز، کم گو اور شب زندہ دار بزرگ تھے۔ راقم کے والدِ گرامی حضرت شاہ مغفور القادری علیہ الرحمۃ سے آپ کا تعلق عشق ومحبت کا تھا۔ آستانہ عالیہ قادریہ آباد شریف تشریف لاتے تو کئی کئی دن ٹھہرتے

والد مرحوم بھی بھرچونڈی شریف آتے جاتے سنجر پور ضرور آتے تے۔ حضرت میاں غریب شاہ صاحب ہاشمی علیہ الرحمۃ نے نامور عالم اور معروف ادیب میر حسان الحیدری خاں سے بیان فرمایا کہ گردشِ زمانہ سے ہمارے معاشی حالات کافی دگرگوں ہو گئے تھے ایک دفعہ مجمع الفضائل والکمال الحاج حضرت سید سردار شاہ صاحب علیہ الرحمۃ (راقم کے جدِ امجد) ہمارے ہاں تشریف لائے تو میں نے انتہائی دکھ بھرے لہجے میں اپنی پریشانی کا ذکر کیا آپ نے کرم فرماتے ہوئے سورۂ یٰسین کا خصوصی عمل اپنے قلم سے صاف خوشخط لکھ کر عنایت کیا اور فرمایا اس کا وِرد قضا نہ کرنا۔ وہ دن تھا اور آج کا دن معاشی تنگی ترشی تو اپنی جگہ رہی اللہ تعالیٰ نے خوشحالی اور دنیوی اعزاز کا وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔ میر صاحب کا بیان ہے کہ حضرت کا تحریر کردہ وظیفہ میاں غریب شاہ علیہ الرحمۃ نے مجھے بھی دکھایا۔ اور فرمایا یہ سب حضرت سید سردار علیہ الرحمۃ کا فیضان ہے۔ میاں غریب شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی اہلیہ فوت ہوئیں تو آپ کی دوسری شادی میرے والدِ گرامی نے خان پور کے ایک عقیدت مند خاندان میں کرائی۔

آپ کو شیخ ثالث علیہ الرحمۃ نے خلافت، صحبت اور راقم کے جدِ امجد حضرت سید سردار شاہ علیہ الرحمۃ نے اجازت بیعت عطا فرمائی۔

آپ کے فرزند میجر بشیر احمد ہاشمی مرحوم اور میاں نذیر احمد مرحوم نے بھی زندگی بھر بھرچونڈی شریف اور راقم السطور کے گھرانے سے بدستور عقیدت ومحبت کے تعلقات قائم رکھے۔ راقم کے والدِ گرامی حضرت شاہ مغفور القادری علیہ الرحمۃ ایک دفعہ بہاول وکٹوریہ ہسپتال بہاولپور میں دوماہ کے قریب زیرِ علاج رہے تھے۔ میجر ہاشمی صاحب ان دنوں بہاولپور میں تعینات تھے دوماہ کا پورا عرصہ میجر ہاشمی صاحب مرحوم بلاناغہ

دن میں دو دفعہ صبح دفتر جانے سے پہلے اور شام دفتر سے واپسی پہ لازماً ہسپتال آتے اور اولاد کی طرح والد گرامی کی خدمت کرتے الغرض یہ خاندان اپنی شرافت، وضعداری اور خاندانی جوہر کی بنا پر اپنی مثال آپ ہے رہ رہ کر دل سے یہ صدا نکلتی ہے۔

دل کی تھیں جن سے بستیاں آباد
اب کہاں ہیں وہ ہستیاں آباد

حضرت پیر میاں غریب شاہ صاحب ہاشمی نے زندگی بھر بھرچونڈی شریف کی حاضری میں ناغہ نہ کیا۔ اعراس کو تو آپ فرض طریقت سمجھ کر شامل ہوتے۔ راقم کے جد امجد حضرت سید سردار احمد علیہ الرحمۃ کے عرس میں بھی باقاعدہ شمولیت فرماتے۔ میرے والد گرامی حضرت پیر سید مغفور القادری علیہ الرحمۃ اللہ کو پیارے ہوئے تو میاں غریب شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو بچوں کی طرح بلک بلک کر روتے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

آپ ۱۹۷۵ء میں عازم خلد بریں ہوتے مزار مبارک سنجر پور میں حضرت شاہ محمد عراقی شہید علیہ الرحمۃ کے احاطہ میں ہے۔ آپ کے فرزند میجر بشیر احمد صاحب ۱۹۷۷ء میں واصل بحق ہوئے آپ بھی اپنے والد کے پہلو میں محو استراحت ہیں۔ میجر صاحب مرحوم نے پاک فوج میں بڑی بہادری اور جرأت سے خدمات سر انجام دیں۔ راقم سے انتہائی محبت اور شفقت فرماتے تھے راقم کے والد گرامی سے میجر صاحب کی عقیدت و محبت کے مناظر نہ بھولنے والی یادیں ہیں۔ حضرت میاں غریب شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے باقی صاحبزادگان میاں مقبول احمد صاحب میاں مختار احمد صاحب میاں احسان احمد صاحب وغیرہ بدستور بھرچونڈی شریف سے اپنی نسبت قائم رکھے ہوئے ہیں اور اس فقیر سے بڑی محبت کرتے ہیں۔

فخر السادات علامہ سید کاظم القادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ راقم کے بڑے بھائی تھے ۱۳۴۸ھ میں گڑھی اختیار خاں میں پیدا ہوئے پہلے قرآن مجید حفظ کیا۔ صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں استاذ العلماء رئیس الفقہاء حضرت مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خطیب مسجد مائی صاحبہ خان پور سے پڑھیں، کچھ عرصہ سرائیکی زبان کے مشہور واعظ مولانا غور رشید احمد فیضی کے پاس پڑھتے رہے یہاں سے جامعہ عباسیہ بہاولپور تشریف لے گئے وہاں دل نہ لگا تو غزالی زماں ضیغم اسلام حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مدرسہ انوار العلوم ملتان چلے گئے بقیہ علوم کی تکمیل آپ نے وہاں کی۔ دستار فضیلت بھی انوار العلوم سے حاصل کی۔

آپ نے مجاہد اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ دستار فضیلت حاصل کرنے کے بعد کچھ عرصہ تک میلسی کے ایک دینی مدرسے میں پڑھاتے رہے۔ وہاں سے چیچہ وطنی ضلع ساہیوال منتقل ہو گئے۔

چیچہ وطنی میں آپ نے تعلیم و تدریس، وعظ و نصیحت اور رشد و ارشاد کا سلسلہ جاری کیا جو تادم آخر جاری رہا۔ آپ کم گو، عزلت پسند اور گوشہ نشین بزرگ تھے آپ کے پاس نہایت قیمتی اور نایاب کتابوں پر مشتمل لائبریری تھی آپ کا اوڑھنا بچھونا کتابیں تھیں۔ رات دن کتابیں پڑھنا، نئی نئی کتابیں منگوانا، حاصل مطالعہ مواد کو قلمبند کرنا آپ کا بہترین مشغلہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن سیرت کے ساتھ ساتھ حسن صورت کا بھی وافر

حصہ عطا فرمایا تھا۔ تقریر فرماتے تو معلومات بہتے ہوئے دریا کی شکل میں نازل ہوتیں آپ انتہائی با اخلاق، مہمان نواز، کشادہ دست اور خندہ جبیں تھے طبیعت میں انکسار نمایاں تھا مجاہدِ اسلام حضرت پیر عبد الرحمٰن علیہ الرحمۃ نے آپ کو خلافتِ صحبت اور والدِ گرامی حضرت شاہ مغفور القادری علیہ الرحمۃ نے اجازتِ بیعت سے نوازا۔ آپ ۱۹۷۶ء میں ۴۸ سال کی عمر میں رحلت فرمائے خلدِ بریں ہوتے۔ ؏

خوش درخشید ولے شعلۂ مستعجل بود

مزار چیچہ وطنی ضلع ساہیوال میں ہے۔

زُبدۃ العلما سیّد ذاکر شاہ صاحب

آپ ایرانی مکران کے باشندے تھے طالب علم میں پاکستان نکل آئے تمام علومِ دینیہ کی تکمیل غزالیٔ زماں حضرت علامہ سیّد احمد سعید شاہ صاحب کاظمی علیہ الرحمۃ کے ہاں مدرسہ انوار العلوم میں کی۔ مجاہدِ اسلام حضرت پیر عبد الرحمٰن علیہ الرحمۃ نے درگاہِ عالیہ کے مدرسہ کیلئے حضرت علامہ کاظمی صاحب علیہ الرحمۃ سے نوجوان جیّد عالم دین طلب فرمایا تو حضرت علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ نے اس سال فارغ التحصیل ہونے والے علماء میں سے سب سے زیادہ لائق اور ذی استعداد عالم دین سیّد ذاکر شاہ کو بھرچونڈی شریف بھجوایا۔ آپ نے کافی عرصہ درگاہِ عالیہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ بھرچونڈی شریف آئے تو شیخ ثالث علیہ الرحمۃ کی زلفِ گرہ گیر کے اسیر ہو کر بیعت سے سرفراز ہوئے آپ انتہائی با اخلاق، ملنسار، مطالعہ کے رسیا اور علم کے دلدادہ تھے۔ حضرت علیہ الرحمۃ نے خلافتِ صحبت سے نوازا۔ اپنے ملک ایران

واپس تشریف لے گئے تو پھر آپ کا پتہ نہیں چل سکا۔

فخرِ اہلسنّت علاّمہ مفتی غلام سرور قادری لاہور

آپ کا تعلق مشہور عالم روحانی قصبے "اوچ شریف" کے علاقے سے ہے راقم کو آپ کے ساتھ کئی برس تک ہم درس اور ہم مکتب رہنے کا موقع ملا ہے۔ آپ صاحبِ علم وفضل، مطالعہ کے رسیا، کتابوں کے عاشق، نادر کتابیں جمع کرنے کے شوقین، لائق مطالعہ لائبریری کے مالک، شروع سے شریعت و سنت کے پابند، صاحبِ تقویٰ و طہارت، نقّاد ذہن اور اخاذ دماغ کے مالک ہیں۔ کتابیں آپ کا اوڑھنا بچھونا اور نوشت وخواند آپ کی زندگی کا وظیفہ ہے۔

آپ بلند اخلاق، عالی حوصلہ، مہمان نواز، کشادہ دست اور علمائے سلف کا نمونہ ہیں۔ آپ اہل سنّت وجماعت کے قابل فخر عالم دین ہیں۔ آپ کو کئی دینی ودنیوی اعزاز حاصل ہیں اس وقت آپ جو خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

- چیئرمین تحریک احیار خلافت پاکستان
- مشیر وفاقی شرعی عدالت پاکستان
- ممبر شریعت ورکنگ کمیٹی حکومت پاکستان
- منیجنگ ٹرسٹی ومہتمم دار العلوم جامعہ رضویہ (ٹرسٹ)
سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن لاہور

آپ کو مجاہدِ اسلام شیخ المشائخ حضرت پیر عبد الرحمٰن بھرچونڈی شریف

سے شرفِ بیعت حاصل ہے۔ آپ اپنے دینی و دنیوی اعزازات اور مناصب کو حضرت علیہ الرحمۃ کی خصوصی دعاؤں کا ثمرہ قرار دیتے ہیں۔

دورانِ تعلیم راقم نے ملتان اور بہاول پور میں آپ کے ساتھ خاصہ عرصہ گزارا ہے خیالات اور فکر کی ہم آہنگی کے ساتھ ساتھ روحانی نسبت کے اتصال نے ہمارے درمیان آج سے پچیس سال قبل محبت و مودت کے جو بیج بوئے وہ بحمد اللہ درخت بن کر سرسبز و شاداب ہیں۔ آپ جماعت بھرچونڈی شریف کے لائقِ افتخار فرزند اور اس فقیر کے انتہائی کرم فرما دوست ہیں۔ آپ نے ایک مکتوب میں اپنے مرشد کے بارے میں عقیدت و محبت کے جذبات کا جو اظہار کیا ہے۔ میں ذیل میں اس کی تلخیص پیش کرتا ہوں۔

حضرت مجاہدِ اسلام قبلہ پیر عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ کی خدمتِ عالیہ میں بھرچونڈی شریف میں ایک بار حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ راقم ۱۹۵۸ء میں جمال دین والی (تحصیل صادق آباد) میں زیرِ تعلیم تھا کہ صوفی بے ریا حضرت فقیر شیخ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ روتی شریف (نزد جمال دین والی) خلیفۂ مجاز حضرت پیر عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ سے تعارف ہوا۔ آپ صاحبِ کرامات، صاحب حال اور صاحب قرب خاص بزرگ تھے آپ کو حضرت شیخ المشائخ پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ گرامی شیخ ثانی ہادیٔ گمراہاں حضرت حافظ محمد عبداللہ علیہ الرحمۃ سے شرفِ بیعت اور حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے اجازتِ خلافت حاصل تھی۔ میں نے فقیر شیخ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کئی کرامات دیکھیں تو آپ سے بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ میں نے بیعت کا سلسلہ شروع نہیں کیا۔ اور نہ ہی اپنے آپ کو اس قابل سمجھتا

ہوں البتہ میں اپنے مرشد سے آپ کو بیعت کرا دیتا ہوں۔ چنانچہ فقیر صاحب مجھے بھرچونڈی شریف لے گئے اور یوں مجھے مجاہدِ اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ کی زیارت اور آپ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد مجھے روحانی تشنگی محسوس ہوئی۔ کہ جس بزرگ سے وابستگی ہوئی ان سے رابطہ نہیں ہے کہ اس دوران اچانک آپ ملتان تشریف لائے اور دوبارہ زیارت اور استفاضہ کا موقع نصیب ہوا۔ آپ عالم باعمل، حافظ قرآن اسلام اور ملت اسلامیہ کے لیئے دردمند دل کے مالک اور روحانی اعتبار سے نہایت بلند مرتبہ شخصیت کے حامل تھے۔ آپ انتہائی بے تکلف، سادہ اور متواضع تھے۔

غزالیٔ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ مجاہدِ اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ کی بہت تعریف کرتے تھے۔ مجھے حضرت کی صحبت مختصر حاصل ہوئی۔ مگر آپ کی یاد دل و دماغ سے محو نہیں ہوئی۔ معروف قادری ٹوپی جو سفید تھی اور ناشزہ اوپر کو اٹھی ہوئی۔ سفید لمبا کرتا، پنڈلیوں تک سفید شلوار لباس سادہ مگر پُروقار۔

ادب اس کمال کا کہیں باید و شاید۔ آپ نے جو مختصر گفتگو فرمائی وہ بھی خاص دینی اور محبت الہٰی کی۔ اس دوران اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کا ذکر بھی چلا۔ اور جس عقیدت و محبت سے چلا نہ پوچھیئے۔ ایسے لگتا تھا کہ بھرچونڈی شریف اور بریلی شریف کے درمیان محبت و عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشترک رشتہ جڑا ہوا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر امام احمد رضا نہ ہوتے تو آج پاکستان ہندوستان پر وہابیت کی حکمرانی ہوتی۔ پھر فرمایا احمد رضا پر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور غوث اعظم کا خاص کرم ہے پھر حضرت مفتی اعظم ہند شاہ مصطفٰے رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بڑی محبت سے فرمایا۔ ضمناً حضرت علامہ کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آیا تو آپ نے ان کی بہت تعریف فرمائی ۔ اور فرمایا کہ اعلیٰ حضرت اور مفتیٔ اعظم ہند کے بعد حضرت علامہ کاظمی صاحب کی شخصیت اہلِ سنّت کے لیئے نعمتِ عظمٰے ہے۔ راقم نے ان بزرگوں کی تعریفیں سنیں تو "ولی را ولی مے شناسد" کا مصرعہ ذہن میں تازہ ہو گیا۔

آپ کی زبان مبارک سے یہ تعریفیں سن کر راقم کے دل میں حضرت علامہ کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلحضرت اور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت و محبت راسخ ہو گئی الحمد اللہ حضرت کاظمی صاحب سے شرف تلمذ اور حضرت مفتی اعظم ہند کی بارگاہ میں حاضری شرف ارادت و خلافت نصیب ہوا۔

یہ سب کچھ درحقیقت شیخ کریم حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر صحبت ہی کا فیضان تھا۔ اس کے بعد ایک دفعہ پھر ملتان تشریف لائے جیپ پر سوار تھے حضرت علامہ کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملے۔ راقم کو پتہ چلا تو دوڑ کر دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔ دل میں خیال آیا کہ حضرت مجھے پہچان نہیں پائیں گے کیونکہ حاضری کو عرصہ گزر چکا ہے ۔ اور پھر وہ حاضری بھی انتہائی مختصر اور وقت بھی رات کا تھا۔ حضرت غالباً میرے اس کھٹکے سے مطلع ہو گئے غور سے میری طرف دیکھا اور مسکرائے۔ میں سمجھ گیا کہ آپ میرے وسوسے سے واقف ہو گئے ہیں اتنے میں آپ نے یہ فرما کر میرے واہمے کو یقین میں بدل دیا کہ آپ جمال دین والی سے یہاں کب آئے ہیں؟ پھر فرمایا کبھی بھرچونڈی شریف دوبارہ آئیں۔ یہ فرما کر آپ نے راقم کے کندھے پر دستِ شفقت رکھا اور فرمایا

سلسلہ عالیہ قادریہ کا فیضان بڑا وسیع ہے۔ مشائخ سلسلہ قادریہ اپنے دوستوں (تواضعاً مریدوں کا لفظ نہ فرمایا) کو جس طرح نوازتے ہیں اس کا دوستوں کو ہی پتہ ہوتا ہے۔

حضرت علامہ کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے کوئی علمی نکتہ پوچھا حضرت کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتابیں دیکھنے میں مصروف تھے۔ اس دوران حضرت والا میرے ساتھ باتیں کرتے رہے اور آپ کی مجھ پر خصوصی نظر کرم رہی۔ اس دوران آپ نے فرمایا کہ سلسلہ قادریہ کے مشائخ اپنے احباب کو اس طرح اوپر اٹھاتے ہیں جیسے کوئی چھوٹے بچے کو پیار کرے اور پھر اوپر اُٹھا لے جس کی پہلے بچے کو کوئی امید اور توقع بھی نہیں ہوتی اس کے بعد آپ نے خصوصی دعاؤں سے نوازا۔

آج اللہ تعالٰی نے اس ناچیز کو جن ظاہری و باطنی نعمتوں اور ترقی سے نوازا ہے وہ سب حضرت کی دعاؤں کا نتیجہ ہے آپ کے کلمات شریفہ ان کی طرف پیشگی اشارات و تلمیحات تھے۔[1]

فخر الاماثل مفتی محمد فاروق احمد القادری الرحمانی

آپ بلند پایہ عالم دین، قادر الکلام خطیب، کئی اسلامی اور دینی اداروں کے بانی اور منتظم، بھرچونڈی شریف کی نسبت کے شیدائی، خوش فکر، خوش لباس، خندہ جبیں اور مہمان نواز شخصیت کے حامل ہیں۔ آپ کا حلقۂ محبت اندرون اور بیرون ملک خاصا وسیع ہے۔ آپ خانقاہِ عالیہ بھرچونڈی شریف کے لائق فخر فرزند، درگاہِ عالیہ کی خصوصی مجلس

---

[1] مکتوبات جناب علامہ مفتی غلام سرور صاحب قادری بنام راقم الحروف

مشاورت کے رکن اور سجادہ نشین خانقاہِ عالیہ کے خصوصی معتمد ہیں، اس وقت آپ کی زیرِ ادارت مندرجہ ذیل علمی اور دینی ادارے نہایت شاندار طریقے سے دینی و ملی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

"مرکز علوم القرآن" جامع مسجد اللہ والی شیریں جناح کالونی کلفٹن کراچی

آپ اس جامع مسجد میں جمعہ کا خطبہ دیتے ہیں۔ "مرکز علوم القرآن" میں قرآنی علوم کی نشر و اشاعت کے مختلف شعبہ جات کام کر رہے ہیں یہ ادارہ ٹرسٹ کی صورت میں کام کر رہا ہے اس کے صدر حضرت پیر سید زمان شاہ صاحب مدظلہ العالی ہیں۔ مدرسہ اسلامیہ جیلانیہ رحیم یار خان۔ یہ ادارہ بیس سال سے دینی علوم کی ترویج میں مصروف ہے۔ "دارالعلوم فاروق اعظم" یہ ادارہ نیشنل ہائی وے پر چوک بہادر پور (رحیم یار خان سے آٹھ کلومیٹر) کے نزدیک واقع ہے اس ادارے کا افتتاح ۱۹۹۲ء میں وفاقی مذہبی امور مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی مدظلہ نے کیا۔ ادارہ ایک ایکڑ زمین پر واقع دو منزلہ عظیم الشان عمارت اور وسیع و عریض خوبصورت جامع مسجد پر مشتمل ہے۔

مفتی صاحب تبلیغ دین کے سلسلے میں خلیجی ممالک کے علاوہ تھائی لینڈ، ملائیشیا وغیرہ کے باقاعدہ دورے کرتے ہیں، مفتی صاحب سے راقم کا تعلق بھرچونڈی شریف کے حوالے سے بہت پرانا ہے آپ کی سوچ، فکر اور کد و کاوش کا بنیادی مرکز بھرچونڈی شریف ہے۔ راقم نے آپ سے رابطہ کیا تو آپ نے مجاہد اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ اور خلفائے عالیہ بھرچونڈی شریف سے اپنی نسبت اور اس سے متعلق خوشگوار اور حسین یادوں پر مشتمل مضمون لکھ کر مجھے بھجوایا ہے گو یہ مضمون ذرا

طویل ہے۔ تاہم اس کا ایک ایک لفظ عشق و محبت میں ڈوبا ہوا ہے قارئین کو اس محبت کی اِس پُر کیف محفل میں شامل کیئے بغیر مجھ سے رہا نہیں جاتا۔ مفتی صاحب نے اپنی داستانِ عشق اس طرح بیان کی ہے۔

مختصر خاندانی تعارف

"میرا تعلق سمیجہ (سمہ) قوم سے ہے یہ قوم دریائے سندھ کے دونوں کناروں پر رحیم یار خاں سے ضلع سکھر تک پھیلی ہوئی ہے اس قوم کے بیشتر افراد بھرچونڈی شریف سے بیعت و ارادت کی نسبت رکھتے ہیں۔ میرے والد شیخ ثانی ہادیٔ گمراہاں حضرت حافظ محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے جبکہ والدہ کی بیعت مجاہد اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ والد مرحوم سو سال کے قریب عمر کے باوجود نماز روزے اور ذکرِ نیم شبی کے سختی سے پابند تھے جماعتی دستور کے مطابق بعد نماز عشاء سورۂ ملک ضرور پڑھتے۔

والد کی وصیت

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

والدِ گرامی مرض الموت میں ہسپتال میں داخل تھے آپ نے مجھے دو باتوں کی خصوصی وصیت فرمائی۔ ۱۔ بھرچونڈی شریف کے سجادہ نشین حضرت پیر عبدالخالق کی مجھے زیارت کرائی جائے۔ ۲۔ رحلت کے بعد میری تدفین بھرچونڈی میں کی جائے۔ بحمداللہ عزیز

مجھے آپ کی دونوں باتوں پر عمل پیرا ہونے کی سعادت میسر آئی۔ والد مرحوم ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ اللہ کو پیارے ہوئے اور بھر چونڈی شریف کے بڑے قبرستان میں دفن ہوئے۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

میرے والد کی عقیدت و محبت

مجاہد اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے میری درخواست پر ۱۹۵۸ء میں میرے گھر (کچہ کبڑا براستہ جمال دین والی تحصیل صادق آباد) قدم رنجہ فرمانے کی استدعا قبول فرمائی۔ ارشاد ہوا کہ احمد پور لمہ شیخ صاحبان کے پاس آنا ہوگا تو تمہیں اطلاع دی جائے گی۔ وہاں سے اپنے گاؤں لے جانا۔ ایک دن اچانک فقیر مولوی عبدالخالق کھتری نے رحیم یار خاں آکر مجھے احمد پور لمہ میں آپ کی تشریف آوری کی اطلاع دی میں فوراً احمد پور پہنچا زیارت سے مشرف ہوا۔ ارشاد ہوا طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ اس وقت ہمیں لے جانے کی ضد نہ کریں۔ خلفائے کرام نے بھی گرمی اور طبع مبارک کی علالت کے پیش نظر مجھے منع کیا مگر امروز چھوڑ کر وعدۂ فردا پر کسی طرح راضی نہ ہوا۔ میں حضرت اقبال کے اس شعر کی تصویر بنا رہا۔

کسی نے دوش دیکھا ہے نہ فردا
فقط امروز ہے تیرا زمانہ

بہرحال آپ نے میرا دل نہ توڑا اور بذریعہ جیپ میرے گاؤں کے لیئے روانہ ہوئے۔ جمال دین والی سے گزر ہوا تو سڑک پر حضرت صوفی حسن بخش قادری اور روتی شریف کے بہت سے عقیدت مند سراپا انتظار موجود تھے۔ انہوں نے گلاب اور چنبیلی کے پھول

پیش کیے۔ اور بچشم پرنم زیارت سے مشرف ہوئے۔ زبانِ حال سے صوفی صاحب اور تمام جماعت یوں گویا تھی۔ ؎

عمر تکدیاں تکدیاں تھک گئی اے — پینڈا یار دے در دا نئیں مکدا
یار ساڈے دل دے اندر وسدا اے — سفرا پنڈے اِس گھر دا نئیں مکدا

دریائے سندھ کے کنارے پر پہنچے تو دریا کو دیکھ کر خوش ہوئے پوچھا پہنچ گئے ہیں؟ میں نے عرض کیا حضور! ہمارا گھر دو دریاؤں کے درمیان ہے۔ چھوٹے دریا سے گزرے تو گھر سامنے تھے۔ کچے کا علاقہ، درختوں کا سبزہ، دو دریاؤں کا درمیانی علاقہ عجیب منظر پیش کر رہا تھا۔ آپ کو یہ فطری مناظر بہت پسند آئے۔ گھر پہنچے تو تمام اہل خانہ اور عزیز و اقارب قدم بوس ہوئے۔ گھنٹہ بھر قیام رہا۔ پھر روانگی ہوئی تو ہمارا فراقِ مرشد میں عجیب حال ہو رہا تھا میرے والد مرحوم نے آپ کی جیپ کے نشانات (ٹائروں کی لکیریں) محفوظ کر لیں جب تک یہ نشانات باقی رہے والد مرحوم ہر روز صبح سویرے جا کر ان نشانات کی زیارت کرتے اور روتے اور کہتے نامعلوم میرے سجن کب آئیں! مجھے فرماتے کہ میرے دوست کو پھر کب لاؤ گے؟ خود روتے اور ہمیں بھی رُلاتے۔ محبوب سے نسبت رکھنے والی ہر چیز محبوبیت کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔ ؎

أَمُرُّ عَلَى الدِّيَارِ دِيَارِ لَيْلَىٰ — أُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارِ وَذَا الْجِدَارَا
فَمَا حُبُّ الدِّيَارِ شَغَفْنَ قَلْبِي — وَلٰكِنْ حُبُّ مَنْ سَكَنَ الدِّيَارَا

بیعت کیلئے میری حاضری

۱۹۵۴ء اپنے چچا اور مزاری خاندان کے ایک منہ بولے چچا کی معیت میں

بھر چونڈی شریف حاضر ہوا۔ نماز ظہر کے بعد مسجد میں شرف بیعت حاصل کیا اور متواتر تین روز شریعت و طریقت کے اِس حسین ترین امتزاج اور آفتاب ولایت کے دیدار سے فیضیاب ہوتا رہا۔

دن کو اسی سے روشنی، شب کو اسی سے چاندنی
سچ تو یہ ہے کہ رُخِ یار شمس بھی ہے قمر بھی ہے

تیسرے روز میں نے علوم کی باقی تکمیل (اس وقت تک میں درسِ نظامی کی کتابیں پڑھ چکا تھا) کیلئے ملتان مدرسہ انوار العلوم میں داخل ہونے کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے دعا فرمائی۔ اور تعلیم مکمل کرنے کی تلقین کی۔ میں نے دوبارہ ملتان جانے کا ذکر کیا تو آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ مجھے تردّد اور حیرت ہوئی مگر میں ملتان پہنچا۔ واعظ جادو بیان مولانا خورشید احمد صاحب فیضی کی وساطت سے غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے داخلے کے لیے عرض کیا تو آپ نے فرمایا آپ فی الحال مولانا (استاذ العلما) عبدالکریم صاحب سے پڑھیں۔ چنانچہ واپس آکر میں مدرسہ سعیدیہ ظاہر پیر اور مدرسہ سراج العلوم خان پور میں استاذ العلما حضرت مولانا عبدالکریم اور سراج الفقہا حضرت مولانا سراج احمد صاحب مکھن بیلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھتا رہا۔ چھ سال بعد ۱۹۶۰ء دوبارہ ملتان پہنچا تو برادرِ محترم فاضل جلیل مفتی غلام سرور قادری کے مشورہ سے مفتی سید مسعود علی قادری رحمۃ اللہ علیہ مفتی مدرسہ انوار العلوم کی خدمت میں داخلے کے لیے درخواست پیش کی۔ مگر بوجوہ داخلہ نہ مل سکا۔ چنانچہ میں محدثِ اعظم پاکستان عاشقِ رسول حضرت ابوالفضل سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں داخلہ کیلئے فیصل آباد چلا آیا جہاں فوراً مجھے داخلہ مل گیا۔

اب ملتان کے ذکر پر مجھے حضرت والا کا سکوت یاد آیا فیصل آباد میں دورانِ تعلیم مجھے ڈسٹرکٹ جیل میں خطابت کے فرائض سونپے گئے۔

نواب بگٹی سے ملاقات

ڈسٹرکٹ جیل فیصل آباد میں جمعہ کے خطبہ کیلئے پہنچا تو ایک بڑی قدآور شخصیت جاہ و جلال کے مالک، فلسفۂ خودی سے آشنا بگٹی قبیلہ کے سردار جناب نواب محمد اکبر بگٹی کو نماز پڑھتے دیکھا۔ بعد نماز جمعہ حسبِ دستور جماعت سے دعا سلام میں نواب صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ آپ نے میری بہت عزت افزائی فرمائی قریب ہوا تو مجھے آپ کی انسانی عظمت، خاندانی شرافت اور اعلیٰ مقام کا صحیح اندازہ ہوا۔

تواضع کند ہوشمند گزیں
نہد شاخ پُر میوہ سر بر زمیں

آپ ان دنوں غالباً سیاسی نشیب و فراز کا شکار ہو کر لمبی سزا کاٹ رہے تھے۔ بی کلاس میں تھے دورانِ ملاقات بھر چونڈی شریف کا ذکر آیا تو نواب صاحب نے خصوصیت سے امین الملت میر محمد امین خان کھوسہ کا ذکر کیا۔ مجاہدِ اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر آیا تو نواب صاحب نے حضرت سے اپنے حسنِ ظن اور احترام کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ میں نواب صاحب سے زیادہ مانوس ہو گیا اب آپ سے گھنٹوں ملاقاتیں رہتیں۔ اگر مجھ سے حاضری میں کبھی کوتاہی ہوتی تو خود یاد فرماتے۔ میں نے آپ کو آیۃ الکرسی کا مفہوم سمجھایا۔ تو آپ نے اسے انگریزی میں لکھ لیا۔

امین الملت میر محمد امین خان کھوسہ کا انتقال ہوا تو نواب صاحب ہیلی کاپٹر

میں سوار ہو کر امین الملت کے گاؤں عزیز آباد (حبیب آباد) پہنچے۔ اور جنازہ کو کندھا دیا۔ بحمد اللہ موجودہ سجادہ نشین صاحب بھرچونڈی شریف سے نواب صاحب کے بہت گہرے تعلقات ہیں۔

دریا کی گہرائی اور حد بندی

ذیل کا واقعہ میرے والدِ گرامی نے مجھے بارہا سنایا اور اس کی تائید میرے دو چچاؤں نے بھی کی اور وہ یہ کہ تقسیم پاک و ہند سے پہلے میرے والد نے شیخ ثالث مجاہدِ اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنے گھر قدم رنجہ فرمانے کی دعوت پیش کی۔ آج کی طرح اُن دنوں بھی ہماری بستی کچہ رازی اور شہوالی کے درمیان واقع تھی۔ حضرت نے دعوت قبول فرمائی۔ آپ بذریعہ بگھی تشریف لائے چالیس کے قریب جماعت کے درویش بھی ہمراہ تھے۔ دریا پر پہنچے تو آپ نے دریا میں نہانے کا ارادہ فرمایا۔ ملتانی مٹی جھگوئی گئی آپ دریا میں اس مقام پر اُترے جہاں دریا کی گہرائی بہت زیادہ تھی۔ والد مرحوم بیان کرتے تھے کہ ہم دریائی لوگ جو دریا کی گہرائی سے بخوبی واقف ہونے کے علاوہ تیراکی بھی اچھی طرح جانتے تھے ہم میں سے کوئی شخص اس مقام پر جانے کی ہمت اور جرأت نہیں کر رہا تھا جہاں آپ نہا رہے تھے ہم ہی سے کچھ لوگوں نے کوشش کی تو دریا نے اس مقام پر نہ کسی کے پاؤں لگنے دیئے اور نہ کسی کو ٹھہرنے دیا۔ مگر آپ نہایت سکون سے وہاں نہاتے رہے۔ معلوم ہو رہا تھا کہ شاید دریا بھی اپنے اس معزز مہمان کے آداب بجا لا رہا ہے۔ واپسی پر لوگوں نے اس مقام پر دریا کے قہر و غضب اور کٹاؤ کی شکایت کرتے ہوئے اپنی بستی کے لئے شدید خطرے

کی فریاد کی۔ تو آپ نے اپنا عصا مبارک زمین پر گاڑ کر فرمایا۔ دریا کے لئے یہ حد ہے اللہ کے فضل و کرم سے دریا اپنی حد سے آگے نہ بڑھے گا۔ چنانچہ وہ دن اور آج کا دن دریا وہاں سے پیچھے ضرور ہٹا مگر اس سے آگے بڑھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ والد مرحوم فرماتے تھے کہ چند روز گزرے تو دریا اپنا اصلی رُخ تبدیل کر کے کچہ اور شہوالی کی طرف بہنے لگا اس طرف معمولی چھوٹا دریا رہ گیا جس میں کٹاؤ کی طاقت ہی نہیں ہے۔

حکم شاہ بر چند کشور شد رواست
حکم فقر از عرش تا تحت الثریٰ است

سردار محمد افضل خاں لغاری کا عجیب سوال

فخر الفقرا جناب پیر غریب شاہ صاحب ہاشمی سنجرپوری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت والا کے محبِ صادق تھے نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت والا رحیم آباد (تحصیل صادق آباد کا مشہور قصبہ) لغاری صاحبان کی دعوت پر آئے ہوئے تھے ایک محفل میں سردار محمد افضل خان صاحب لغاری مرحوم (سابق وزیر مال سابق ریاست بہاولپور) نے پوچھا (سردار محمد افضل خاں مرحوم حضرت والا سے بے پناہ محبت و عقیدت رکھتے تھے آپ بھی سردار صاحب کے ساتھ خصوصی مشفقانہ برتاؤ کرتے۔ سردار صاحب آپ سے بلا تکلف گفتگو فرماتے تھے) حضور! اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ (ولی اللہ) جھوٹ بھی بول سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا فقر کا طرۂ امتیاز صدقِ مقال اور اکلِ حلال ہے۔ درویش نہ کبھی جھوٹ بولتا ہے نہ اس کی ترغیب دیتا ہے۔ اس پر سردار صاحب نے کہا حضور اب اپنے فتوے کے مطابق اور اس پر قائم رہتے ہوئے سچ بتایئے کہ فقر و ولایت میں

اس وقت آپ کس مقام پر فائز ہیں۔؟ نہ تواضع وانکساری فرمایئے نہ کوئی تاویل۔ پتہ تو چلے کہ واقعی کچھ ہے بھی یا یونہی لوگوں کو حیران پریشان کر رکھا ہے؟ اس اچانک غیر متوقع سوال پر آپ سنجیدہ ہوتے اور چونکے۔ پھر فرمایا خان! داڑھی مبارک کے بالوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ ابھی یہ سفید بھی نہیں ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بزرگوں کی نگاہِ کرم سے مقامِ قطبیت پر سرفراز فرما دیا تھا۔ یہ سن کر خان صاحب مرحوم آبدیدہ ہوگئے اور دامن سے لپٹ گئے آپ نے بھی انہیں تھام لیا۔

زندہ خرگوش کا ہدیہ قبول کرنا اور پھر اسے جنگل میں چھوڑنے کا حکم دینا

یہ واقعہ بھی پیر میاں غریب شاہ صاحب ہاشمی نے واعظِ شیریں مقال مولانا سید حضور بخش شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا اور شاہ صاحب نے مجھے بتایا

مجاہد اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ سنجر پور کے علاقے میں دعوت کے سلسلہ میں ایک جگہ تشریف فرما تھے کہ ایک شکاری نے زندہ خرگوش کا ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے یہ ہدیہ قبول فرماتے ہوئے اسے لے کر ہاتھ پھیرا اور اپنے ساتھ بٹھا دیا۔ نماز کا وقت ہوا (دن کی نماز تھی) تو نماز کی تیاری ہونے لگی۔ حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا حضور یہ خرگوش پالتو نہیں جنگلی ہے۔ شکاری اسے جنگل سے پکڑ لایا ہے اسے فوراً ذبح کر کے لنگر میں داخل کرانے کا حکم دیں۔ ورنہ یہ بھاگ جائے گا کتے بھی کافی دیر سے اس کی تاک میں ہیں اسے فوراً مار ڈالیں گے۔ آپ

نے فرمایا۔ نہیں نہیں نہ یہ بھاگے گا نہ اس پہ کتے حملہ کریں گے۔ یہ فرما کر آپ نماز کے لیئے تشریف لے گئے ساری جماعت بھی نماز کے لیئے چلی گئی۔ واپسی پہ ہم نے دیکھا کہ خرگوش اپنی جگہ بیٹھا ہوا ہے لوگ حیرت زدہ ہوگئے۔ آپ نے فرمایا شکاری کو بلاؤ۔ شکاری حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا۔ ہم نے ہدیہ قبول کر لیا ہے مگر یہ مادہ خرگوش ہے اس کے بچے جدائی میں پریشان ہیں اسے وہاں چھوڑ آؤ جہاں سے پکڑ لائے ہو میاں غریب شاہ صاحب فرماتے تھے کہ شکاری نے اسے اصلی جگہ پہ چھوڑا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ مادہ خرگوش بے قراری میں دوڑ کر جھاڑی میں داخل ہوئی اور جھاڑی میں منتظر بچے بھاگ کر اس سے لپٹ گئے شکاری اور اس کے ساتھ جماعت کا درویش واپس آئے تو انہوں نے سارے واقعے سے پوری جماعت کو آگاہ کیا۔ ؎

دمِ عارف نسیم صبحدم ہے
اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے

آپ کی شکل میں غوثِ اعظم کی زیارت

میں ۱۹۵۷ء مدرسہ سراج العلوم خان پور میں زیر تعلیم تھا۔ سراج الفقہا حضرت مولانا سراج احمد مکھن بیلویؒ، پیکر فقر و درویشی مفتی عبدالواحد صاحبؒ اور استاذ العلما حضرت مولانا عبدالکریم صاحب ایسے نامور اور جید علمائے کرام مسندِ تدریس پہ فائز تھے استاذ العلما حضرت مولانا عبدالکریم صاحب (جو بحمد اللہ ابھی تک بقیدِ حیات ہیں) نامور مدرس، سینکڑوں علما کے استاذ اور شب زندہ دار بزرگ ہیں آپ نے مجھ سے یہ

واقعہ بیان فرمایا کہ" ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک خیمہ ایستادہ ہے اور اعلان ہو رہا ہے کہ اس خیمے میں غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں دوسرے زائرین کے ساتھ میں بھی لپک کر خیمہ کے اندر گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اندر حضرت خواجہ پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ بھرچونڈی شریف تشریف فرما ہیں۔ میں نے پوچھا حضور غوث اعظم کہاں ہیں؟ خیمے کے قریب موجود لوگوں نے بتایا کہ یہی تو ہیں جن کی تم نے ابھی زیارت کی ہے۔" اس کے بعد حضرت الاستاد نے فرمایا۔" برخوردار! اسی روز سے میں تمہارے شیخ کا بے حد معتقد ہو گیا ہوں اس سے معلوم ہوتا ہے آپ کے مُرشد اپنے سلسلہ کے بانی حضرت غوث اعظم میں فنا ہیں اور یوں وہ فنا فی الشیخ ہو کر مقام غوثیت پر فائز ہیں۔

ذرّہ نوازی

آپ کے وصال سے کچھ عرصہ پہلے عرس کی ایک تقریب کے سلسلے میں دربارِ عالیہ حاضری نصیب ہوئی۔ آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے نامور علمائے کرام کے بیانات جاری تھے جماعتِ فقرا پر پروانوں کی طرح ہاؤ ھو اور سوز و گداز کی کیفیت طاری تھی سردیوں کا موسم تھا میرے شانوں پر سرخ رنگ کی گرم شال تھی۔ میں شال کی وجہ سے شرم کے مارے حضرت کی نگاہ سے چھپنے لگا۔ آپ کی اچانک نگاہ پڑ گئی اپنی غزالی آنکھوں سے ایسا خفیف اشارہ فرمایا جسے جماعتِ حاضرین بھی سمجھ گئی۔ اور یہ فقیر بھی۔ جمِ غفیر نے مجھے حضرت تک پہنچنے کا راستہ دے دیا۔ میں قریب پہنچ کر بیٹھ گیا۔ آپ کے لبوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ تھی۔ مگر میں جلالت و وجاہت سے پسینہ میں تر اور اس سے مجھے احساسِ کمتری سے نکالنا مقصود تھا۔

ایک دفعہ میں شدید بیمار ہو کر سول ہسپتال رحیم یار خان میں داخل ہوا۔ ڈاکٹروں کی تشخیص کے مطابق پیٹ میں رسولی کا انکشاف ہوا۔ آپریشن کے بغیر کوئی اور صورت ممکن نہ تھی۔ میں بے حد پریشان تھا خیال آیا کہ اپنے والدِ محترم کو اطلاع دوں۔ پھر خیال آیا کہ اپنے شیخ کو ساری صورتحال سے مطلع کروں پھر آپ جو حکم فرمائیں۔ چنانچہ میں نے نہایت درد انگیز لہجے میں آپ کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ تھوڑے دنوں میں حضرت علامہ مولانا غلام قادر صاحب خطیب امام جامع مسجد مدنی کے پتہ پر حضرت کا جواب آ گیا خط کچی پنسل سے نہایت صاف انداز میں لکھا گیا تھا۔ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے لکھا تھا۔ ارشاد ہوا آپریشن نہ کراؤ اور فوراً درگاہِ عالیہ پہنچو۔ خط پڑھتے ہی میں نے ڈاکٹروں سے اجازت حاصل کرنے کی تاخیر بھی بے ادبی سمجھی۔ اور فوراً درگاہِ عالیہ پہنچ کر قدم بوس ہوا تو زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے۔ تہیں کچھ نہیں ہے پیٹ میں ہوا کا گولہ ہے۔ یہ دیسی گولیاں کھاؤ اللہ تعالیٰ خیر کرے گا۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

میرا اندازہ ہے کہ میں ہسپتال چھوڑ کر آپ کی طرف روانہ ہوا تو مجھے شفا حاصل ہو گئی تھی۔ سچ کہا ہے کسی نے

خوں غلط بلغم غلط صفرا غلط سودا غلط　　میشود صد ہزاراں بو علی سینا غلط
از سرِ بالین من برخیز اے ناداں طبیب　　دردمندِ عشق را دارو بجز دیدار نیست

وہ دن تھا اور آج کا دن خدا جانے رسولی کس آپریشن کی نذر ہو گئی افسوس مجھ سے وہ خط مبارک گم ہو گیا۔ میں نے یہ خط ایک کتاب میں بحفاظت رکھا تھا۔ کسی

ہم مکتب کے ہاتھ لگ گیا یا کیا ہوا۔ اگر کوئی صاحب مجھے یہ خط واپس کردیں یا کرادیں تو شکریہ کے ساتھ عرسے کا ٹکٹ بھی پیش کروں گا۔

جس نے دیکھے نین متوارے تیرے

غالباً ۱۹۵۸ء کا واقعہ ہے کہ آپ جماعت فقرا سمیت سردار محمد اکبر خان صاحب کانجو (مرحوم) کی دعوت پر رحیم یار خان شہر میں تشریف لائے۔ استاذ العلما فخرِ اہلسنت حضرت مولانا محمد نواز صاحب اویسی دامت برکاتہم نے حاضر ہو کر جامعہ محمدیہ رضویہ اندرون شہر (مدنی مسجد) میں قدم رنجہ فرمانے کی دعوت پیش کی۔ علمائے کرام کے مثالی احترام کی وجہ سے علالت طبع کے باوجود آپ نے پُر خلوص دعوت قبول فرمائی۔ اور عصر کے وقت مدرسہ میں تشریف لائے ابھی آپ پہنچے ہی تھے کہ اذان عصر کی صدا بلند ہوئی آپ حسبِ معمول یکدم ٹھہر گئے اور جماعت کے تمام افراد اپنی اپنی جگہ صامت و ساکت ہو گئے آپ نماز سے فراغت کے بعد فترِ ادارہ میں تشریف لائے۔ مفتی عبدالواحد صاحب اُن دنوں آخری کتابیں پڑھ رہے تھے۔ جامعہ محمدیہ رضویہ کی نظامت بھی آپ ہی کے ذمہ تھی آپ استاذ العلما مولانا عبدالکریم صاحب کے عزیز اور ذی استعداد طالب علم تھے۔ اس وقت تک آپ کہیں بیعت نہیں ہوئے تھے حضرت کی تشریف آوری سے قبل رسُما میں نے مفتی صاحب کو اپنے شیخ کو صرف ایک نظر دیکھ لینے کیلئے کہا۔ اس وقت آپ خاموش ہو گئے آپ کی تشریف آوری ہوئی تو وہ سماں بندھا کہ حاضرین جن کی تعداد سینکڑوں میں تھی ین سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں سے آنسو نہ بہہ رہے ہوں۔ فقرا میں ہا وھو کی کیفیت نے موم سے موم دلوں کو پگھلا دیا۔ مفتی صاحب خود اپنے حواس پر قابو نہ

رکھ سکے۔ نماز کے بعد بے شمار لوگ بیعت سے سرفراز ہوئے مگر مفتی صاحب پیش پیش تھے تھوڑی دیر قیام فرما کر آپ روانہ ہونے لگے تو مفتی صاحب آنسو کی لڑیوں کے ساتھ مرشد کو الوداع کہہ رہے تھے۔

کرم پور کا تبلیغی جلسہ اور نواب بجارانی کی عقیدتمندانہ حاضری

۱۹۵۹ء کے اوائل میں کرم پور ضلع جیکب آباد (سندھ) میں ایک عظیم الشان تبلیغی جلسے کا پروگرام طے ہوا۔ آپ کی طبیعت کافی علیل تھی مگر کرم پور کے سادات کرام اور علاقہ کی جماعت کی پر زور خواہش پر آپ نے دعوت قبول کر لی۔ ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود آپ جماعتِ فقرا سمیت روانہ ہوئے۔ رات ٹھکار پور میں گزاری۔ صبح کرم پور روانگی ہوئی۔ یہ فقیر بھی جماعت میں شامل تھا۔ کرم پور پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ اس مضافاتی قصبے میں ہزاروں لوگ زیارت کے لئے جمع ہیں۔ نماز ظہر کے بعد جامع مسجد میں آپ کی صدارت میں جلسہ کی پہلی نشست ہوئی۔ اس میں زبدۃ المشائخ حضرت مولانا پیر محمد قاسم مشوریؒ، حضرت پیر سیّد مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سیّد حضور بخش صاحب نے خطاب فرمایا۔ اگلے روز مجمع کی زیادتی کی وجہ سے جلسہ گاہ میں ہوا یہاں پہلے پہلے مجھے تقریر کا حکم ہوا۔ اپنے مرشد اور اپنے دور کے نامور علمائے کرام کے سامنے ایک نوعمر، ناتجربہ کار طالب علم نے کیا تقریر کی۔ اسے خود بھی کچھ پتہ نہ تھا۔ جسم میں لرزہ، پسینہ میں شرابور، موضوع میں نہ تطابق نہ توافق، مگر حکم کی تعمیل کر رہا تھا کسی نے میری بے ربط باتوں کی طرف حضرت کی توجہ دلائی تو آپ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا اسے وعظ کہنے دو اسے تیار کرنا ہے یہ اجازت اور کرم کا خصوصی برتاؤ تھا جس نے مجھے آئندہ کیلئے

اندرون وبیرون ملک بڑی بڑی محافل میں ایک بے باک مقرر بنادیا ے

بگفتم من گلِے ناچیز بودم ولیکن مدتے باگلُ نشستم
جمال ہمنشیں در من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

میرے بعد خطیب ملّت حضرت پیر غلام مجدّد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب فرمایا۔

کرم پور میں قیام کے دوران بعد نماز مغرب میں حضرت کی خدمت میں قدموں کی طرف خلیفہ علی شیر سر کی مرحوم کے ساتھ بیٹھا تھا۔ کہ سندھ وبلوچستان کی مشہور بہادر قوم بجارانؒی کے قومی تمن دار اور سردار نواب نور محمد خاں بجارانؒی سفید پگڑی، سفید شلوار قمیص میں ملبوس اپنے ایک صاحبزادے اور کسی عزیز کے ساتھ نہایت ذی وقار انداز میں تشریف لائے۔ اور شرفِ باریابی سے مشرف ہوئے آپ اس وقت پلنگ پر تشریف فرما تھے اس بہادر اور غیور قوم کے احترام میں نیچے گلیم (رلی) پر تشریف فرما ہوئے۔ نواب صاحب کی خیر وعافیت پوچھی انہوں نے اپنے صاحبزادے کو بیعت کے لیئے پیش کیا آپ نے صاحبزادے کو شرف بیعت سے ممتاز فرمایا۔ نواب بجارانؒی کرم پور کے سارے پروگرام میں شامل رہے۔

آپ کرم پور سے بعد از نماز ظہر روانہ ہوئے۔ آپ کی جیپ بڑے روڈ پر پہنچی (میں بھی حضرت کے ساتھ جیپ میں سوار تھا،) تو ہم نے دیکھا کہ سردار بجارانؒی اپنی سفید شیورلیٹ کار میں پیچھے سے اچانک نمودار ہوئے۔ سردار صاحب کی گاڑی تیز رفتاری سے آرہی تھی جبکہ حضرت کی جیپ ۳۰، ۳۵ کلومیٹر سے زیادہ تیز نہیں تھی۔ آپ کے خلیفۂ خاص اور ڈرائیور فتح محمد فقیر عموماً اسی رفتار سے گاڑی چلاتے تھے۔ انہوں نے

حضرت کو سامنے دیکھا تو اپنی گاڑی آہستہ کر لی خلیفہ فتح محمد نے راستہ دیا مگر شیورلیٹ کار آگے نہ بڑھی۔ اور آہستہ آہستہ پیچھے چلنے لگی۔ میں حضرت والا کے عین پشت کے بالمقابل بیٹھا تھا: بچپن کی بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے میں نے حضرت کو سردار صاحب کی اطلاع دی۔ آپ نے خلیفہ فتح محمد سے فرمایا فتُّو! خان کو راستہ دو۔ فتح محمد نے عرض کیا حضور! میں کافی دیر سے راستہ دے رہا ہوں مگر سردار صاحب آگے نہیں بڑھ رہے اس شاہِ اقلیم وفقر کی عظمت وجلال سے جہاں ہم متاثر ہو رہے تھے وہاں اپنے وقت کے اِس دولت مند، قومی سردار اور نواب کے ادب ونیاز اور ایک اللہ والے کے سامنے تواضع و انکساری کا مظاہرہ دیکھ کر ان کے اس عمل پر نثار ہو رہے تھے۔ سچ ہے ؎

دل بادشاہاں لرزد ز گدائے بے نیاز ے

بالآخر حضرت والا نے اشارے سے خود سردار صاحب کو آگے بڑھنے کی اجازت دی۔ مگر نواب صاحب پھر بھی نہ بڑھے تو آپ نے اپنی جیپ روکنے کا حکم دیا جیپ رکی تو سردار صاحب جلدی میں اتر کر حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا خان! ہلو ہلو! (خاں صاحب آپ چلیں) نواب صاحب نے جواب میں جو الفاظ فرمائے وہ ہم سب کے لیئے ایک وجدانی کیفیت پیدا کر گئے۔ ہم میں سے بیشتر افراد آبدیدہ تھے۔ خان صاحب نے فرمایا

سائیں! ماں تاں ماں منجی گاڈی بھی سائیں جی جیپ کو اگے ودھن لاء تیار ناھی۔

حضور! میں تو کیا میری گاڑی بھی آپ کی جیپ سے آگے جانے کیلئے تیار نہیں۔

آپ اِس خادم کی گاڑی میں سوار ہوں۔ آپ نے سردار صاحب کی پُرخلوص اور ادب وانکساری سے بھری ہوئی دعوت قبول فرمائی۔ اور اپنی جیپ چھوڑ کر سردار صاحب کی گاڑی میں روانہ ہوئے۔ سردار صاحب حضرت کی جیپ میں سوار ہوئے۔ ہم نے سردار

صاحب کو تنکا پور چھوڑا۔ اور عشاء کے وقت بھٹہ صاحب کے مکان پر حضرت کی خدمت میں پہنچے۔ عشاء کا وقت ہوا تو آپ نے خود اذان دی اور مجھے اپنے ساتھ شامل فرما کر نماز سے پہلے حسب معمول حلقۂ ذکر کیا۔ اتنے میں حضرت پیر سید مغفور القادری علیہ الرحمۃ بھی تشریف لے آئے چنانچہ حضرت نے ہم دونوں کو اپنی اقتدائے صالحہ میں نماز ادا کرنے کی سعادت سے نوازا۔

کرم پور جلسہ سے فراغت کے بعد راستے میں یہ دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ میں جیپ میں حضرت کے ساتھ بیٹھا تھا۔ اس وقت مجھے سر میں سخت درد ہونے لگا طبیعت اچانک بگڑنے لگی۔ دل میں خیال آیا کہ حضرت پیر غلام مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے درد سر اور نزلہ وغیرہ سے شفا کی خاطر دوائی کی جو شیشی حضرت کو بطور تحفہ دی ہے کاش حضرت والا وہ مجھے عنایت فرمائیں۔ اس خیال کا آنا تھا کہ حضرت والا نے دفعتاً صدری (واسکٹ) سے دوائی کی وہ شیشی نکال کر مجھے عنایت فرمائی۔ اور فرمایا تمہیں سر میں دکھ ہے یہ استعمال کرو۔ اس سے میں حیرت زدہ ہو گیا کیونکہ میری تکلیف مجھی تک محدود تھی اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو تزکیۂ نفس کے بعد مکاشفہ اور دل کی صفائی کی جو نعمت عطا کرتا ہے۔ یہ اس کا معمولی اظہار تھا۔"[1]

فخر العلماء مفتی عبد الواحد صاحب

آپ تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان کے معروف مردم خیز اور علمی خاندان

[1] مکتوبات گرامی جناب مفتی محمد فاروق القادری رحمانی بنام راقم الحروف

"اعوان" سے تعلق رکھتے ہیں۔ "بستی اعوان" عہدِ قدیم سے علماء و صلحاء کا گہوارہ رہی ہے یہ بستی دینی تعلیم کا اہم مرکز سمجھی جاتی تھی۔ دور دراز سے شائقین علم یہاں آتے اور فیض یاب ہوتے۔

مفتی عبد الواحد ۱۹۴۶ء میں اسی بستی اعوان میں پیدا ہوئے۔ شرح جامی تک اسی بستی میں نامور عالم دین مولانا نور احمد صاحب سے تعلیم حاصل کی استاذ العلماء مولانا نور احمد رشتے میں مفتی صاحب کے ماموں زاد بھائی ہیں۔ آپ نے آخری کتابیں اس زمانے کے مشہور علمی مرکز جامعہ محمدیہ رضویہ رحیم یار خان میں پڑھیں۔ واضح رہے کہ جامعہ محمدیہ رضویہ رحیم یار خان میں اہل سنت و جماعت کی قدیم ترین درس گاہ ہے یہاں وقت کے نامور مدرسین اور علماء درس دیتے رہے ہیں۔ مجاہد اسلام حضرت پیر عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ اس درس گاہ کے بانی اور سرپرست تھے۔

مفتی صاحب نے دورۂ حدیث محدث پاکستان شیخ المشائخ علامہ ابو الفضل مولانا سردار احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ سے لائل پور (فیصل آباد) میں پڑھا اور آپ ہی سے دستارِ فضیلت حاصل کی۔ نیز آپ نے سابق ریاست بہاول پور کی اسلامی یونیورسٹی جامعہ عباسیہ سے ثالثۂ علامہ کی ڈگری نمایاں پوزیشن میں حاصل کی۔

مجاہد اسلام حضرت پیر عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ اپنی بیعت اور بھرچونڈی شریف حاضری کا ذکر کرتے ہوئے مفتی صاحب اپنے ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں۔

"انہی ایام (رحیم یار خان میں تعلیم کے دوران) قطب الاقطاب حضرت خواجہ محمد عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ جامع مدنی مسجد (رحیم یار خان کی مشہور جامع مسجد) تشریف لائے

آپ کی تشریف آوری پر رحیم یار خاں شہر کے عوام و خواص نے جوق در جوق حاضر ہو کر روحانی فیض حاصل کیا۔ اس وقت آپ کی کرامات اور ارشاداتِ عالیہ کا ایسا سماں بندھا کہ میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا چنانچہ اسی وقت بیعت ہو گیا۔ آج بھی وہ روح پرور منظر ایمان و ایقان میں بہار کی کیفیت اور تازگی پیدا کر دیتے ہیں۔

بعض گھریلو مجبوریوں کی بنا پر تعلیمی سلسلہ بند ہونے لگا تو میں اپنے دیرینہ دوست مفتی محمد فاروق القادری کی خواہش پر ان کی معیت میں دربارِ عالیہ بھرچونڈی شریف حاضر ہوا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی مصروفیات اور ناسازیٔ طبع کے باوجود خصوصی توجہ اور کرم فرمایا۔ معاشی پریشانیوں سے نجات اور تعلیم کی تکمیل کے لیے خصوصی دعا فرمائی۔ آمد و رفت کا سفر خرچ لنگر سے عطا کیا۔ آپ کی دعاؤں کی برکت سے نہ صرف میری معاشی پریشانیاں ختم ہو گئیں بلکہ میں نہایت اطمینان سے اپنی تعلیم جاری رکھنے کے قابل ہو گیا۔ چنانچہ حضرت شیخ الحدیث محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ سے دستارِ فضیلت حاصل کی۔[1]

مفتی صاحب نے اپنے مرشد کی یاد میں آپ کے نام پر جناح پارک رحیم یار خاں میں ۱۹۶۹ء میں جامعہ رحمانیہ رضویہ کے نام سے ایک دینی درس گاہ کی بنیاد رکھی یہ درسگاہ اپنی پُرشکوہ عمارت، دیدہ زیب جامع مسجد اور تعلیمی خدمات کی بنا پر ملک کی اہم درس گاہوں میں شمار ہوتی ہے مفتی صاحب ۱۹۶۹ء سے اس درس گاہ میں تعلیمی، تدریسی اور تبلیغی خدمات سرانجام دے کر اپنے مرشد کے مشن کی تکمیل میں مصروف ہیں۔

---

[1] مکتوبات مفتی صاحب بنام راقم۔

مفتی صاحب منکسر المزاج، علم دوست، مہمان نواز اور خوش خلق عالمِ دین ہیں آپ جماعت بھرچونڈی شریف کا قابلِ فخر سرمایہ ہیں۔ مجاہدِ اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے کی ہدایت فرمائی جو بحمد اللہ بحسن و خوبی سرانجام دے رہے ہیں۔

بلبلِ سندھ مولانا قاضی دوست محمد علیہ الرحمۃ لاڑکانہ

اس خوش گفتار، شیریں مقال اور صاحبِ جذب و درد عالم کی تقریر پہلے پہل بھرچونڈی شریف میں سُنی، آپ کے منفرد اسلوبِ خطابت، قرآنی آیات کی پُرسوز تلاوت اور اُن سے نادر استدلال اور جا بجا عارفِ حقانی حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی علیہ الرحمۃ کے برمحل اشعار سننے میں بے حد متاثر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ہزاروں کا مجمع درد و کیف کی ایک خصوصی فضا میں ڈوبا ہوا ہے۔ اکثر لوگ رو رہے ہیں۔ اس کے بعد بھرچونڈی شریف، کوٹ مٹھن اور ملتان میں شیخ الاسلام حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہِ عالیہ پر متعدد دفعہ آپ کے مواعظِ حسنہ سننے کا اتفاق ہوا بلبلِ سندھ کے بارے میں میرا پہلا تاثر نہ صرف یہ کہ قائم رہا بلکہ کچھ زیادہ ہی بڑھ گیا۔

دلوں کے مضراب چھیڑنے، پتھر دلوں کو موم بنا کر پگھلانے اور انسانی ضمیر کو آوازِ حق کے لیے تیار کرنے کے سلسلے میں میرے ذہن میں خطبا اور واعظین کے جو چند نام آتے ہیں بلبلِ سندھ کا نمبر اُن میں زیادہ فاصلے پر نہیں۔ تیسرے چوتھے نمبر پر ہے۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی اور حضرت سچل سرمست فاروقی کا سارا کلام آپ کے نوکِ زبان تھا۔ میری دانست میں عوامی انداز کے اعتبار سے کم از کم سندھ کی حد تک

کوئی واعظ یا خطیب آپ کے ہم پلّہ نہ تھا۔ آپ کی آواز میں خاص قسم کا لوچ اور مٹھاس تھا۔ بات شروع کرتے تو دل چاہتا کہ وہ کہتے رہیں اور ہم سنتے رہیں۔

بلبلِ سندھ مولانا دوست محمد ۱۹۱۸ء ضلع لاڑکانہ کے گاؤں ترائی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے استاذ العلماء مولانا واحد بخش صاحب (کوٹ مٹھن شریف)، فاضلِ جلیل علامہ عبدالمصطفےٰ ازہری، غزالیٔ زماں حضرت علامہ سیّد احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رح، شیخ الحدیث علامہ مفتی تقدس علی خانؒ اور شیخ الحدیث علامہ سردار احمد قادریؒ ایسے جلیل القدر علماء سے دینی علوم کی تکمیل کی۔

ابتدا ہی سے آپ کا میلان وعظ و خطابت کی طرف تھا۔ ایک ملاقات میں آپ نے مجھے بتایا کہ "میں دینی دستارِ فضیلت باندھ کر فارغ ہوا تو ایک رات مجھے غوثِ اعظم حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا بیٹا! تم بھرچونڈی جاؤ۔ روحانی فیض کا حصہ تمہیں وہیں سے ملے گا۔ اگلے روز مجھے پتہ چلا کہ مجاہدِ اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ لاڑکانہ کے علاقے میں تشریف لاتے ہوتے ہیں۔ میں حاضرِ خدمت ہوا دور سے مجھے یوں لگا جیسے کسی ملک کا شہنشاہ اِس علاقے میں اُترا ہوا ہے۔ حاضری کی سعادت ملی تو میں پہلی نگاہ میں رنگا گیا۔ آپ نے فرمایا "مولوی دوست محمد! اخلاق و اعمال کی اصلاح کا کام پیغمبرانہ ورثہ ہے تم اسے سنبھالو! میں پہلی حاضری میں بیعت سے مشرف ہو گیا۔ ایک عجیب بات یہ ہوئی کہ بیعت کرتے وقت حسبِ معمول آپ نے اپنی صورتِ مبارکہ کا تصور قائم کرنے اور پھر آنکھیں بند کرنے کا حکم دیا، چند لمحے بعد جونہی آپ نے آنکھیں کھولنے کا حکم دیا تو میرے سامنے بعینہٖ غوثِ اعظم کی شکل موجود تھی۔ بے ساختہ میرے منہ سے اللہ کا نعرہ بلند

ہوا اور میں بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔"

تھوڑی دیر بعد آپ نے اٹھا کر گلے لگایا اور میرے حق میں خصوصی دُعا فرمائی۔

فاضلِ جلیل مولانا دوست محمد علیہ الرحمۃ کو جس نے بھی بلبلِ سندھ کا لقب دیا اُس نے رتّی بھر مبالغہ نہیں کیا۔ آپ کی جادو بھری آواز سندھ کے کونے کونے میں گونجتی رہی۔

عموماً ہر تقریر میں اپنے مرشد کا ذکر ضرور کرتے۔ بھرچونڈی شریف کے اعراس میں یادگارِ سلف حضرت مولانا بشیر احمد صاحب مبلغ اسلام کے ہمراہ باقاعدہ شریک ہوتے۔ مولانا بشیر احمد مرحوم علمائے سلف کی طرح درویش صفت، منکسر المزاج اور عزلت پسند عالم تھے۔ آپ بھی حضرت پیر عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ سے بیعت تھے دن کے وقت آپ لاڑکانہ شہر کے عوامی مقامات پہ دینی کتابوں کا سٹال لگا کر خاموش تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے۔

بلبلِ سندھ راقم کے ساتھ بے حد محبت فرماتے۔ اور ملاقات ہونے پر انتہائی خوشی و مسرت کا اظہار فرماتے۔ مجاہدِ اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ کے پہلے سالانہ عرس کے موقع پر آپ نے اپنے شیخ کے ہجر و فراق کے دردِ دل کو زبان دی تو ہزاروں کا مجمع فریاد و فغاں اور گریہ و بُکا کی تصویر بن گیا۔

مجاہدِ اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ کی نورانی بزم کا یہ رکنِ رکین رجب ۱۴۰۷ھ کو واصلِ بحق ہوا۔ نمازِ جنازہ جناح باغ لاڑکانہ میں ہوئی علماء، مشائخ، حفاظ سادات اور عوام کی ایک بڑی تعداد نے جنازے کو کندھا دیا۔ مزار جامع مسجد عثمانیہ نزد کینڈی مارکیٹ لاڑکانہ میں شیخ المشائخ حضرت مخدوم محمد عثمان قریشی علیہ الرحمۃ (خلیفہ

حضرت سچل سرمستؒ) کے دربار کے احاطہ میں مرجع خلائق ہے۔ [1]

آئے عشاق اگئے وعدۂ فردا لے کر
اب اُنہیں ڈھونڈھ چراغ رُخِ زیبا لے کر

خادم القرآن حافظ عبدالستار سومرو

آپ بھرچونڈی شریف کے منفرد دبستانِ قرأت کے قابلِ فخر فرزند ہیں آغازِ جوانی سے ہی قرآن مجید کی تعلیم وتدریس میں مصروف ہیں۔ بلا مبالغہ سینکڑوں کی تعداد میں طلبا نے آپ سے حفظ القرآن کی دولت حاصل کی ہے۔ درویشوں کی تمام اہم صفات سے آراستہ یہ خادمِ قرآن انتہائی متوکل، صابر و شاکر، کم گو، محنتی اور مرنجِ مرنجاں طبیعت کا مالک ہے۔ اس وقت بھی سینکڑوں طلبا آپ کے پاس قرآن مجید کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں آپ کا مدرسہ ڈہرکی میں ایسو فرٹیلائزر فیکٹری کے سامنے جامعہ قادریہ کے نام سے عرصہ دراز سے خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ مجاہدِ اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ نے آپ کے حق میں دعا فرمائی۔ اور مخلوق خدا کو قرآن مجید اور دینی اخلاق سکھانے کا حکم دیا۔

استاذ الحفاظ حافظ عبدالغنی بھیٹ

آپ موضع روشن بھیٹ تحصیل صادق آباد کے باشندے ہیں اس وقت عمر اسی سال سے زیادہ ہے۔ زندگی قرآن مجید کی تعلیم وتدریس میں گزار دی ہے۔ شیخ ثانی ہادیٔ

---

[1] مکتوب گرامی صاحبزادہ سید زین العابدین شاہ صاحب راشدی لاڑکانہ

گراناں حضرت حافظ محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ مجاہدِ اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے خصوصی دُعا فرما کر آپ کو قرآن مجید کی تعلیم وتدریس کے کام پر لگایا۔ بحمداللہ یہ فریضہ حسن وخوبی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ استاذ حافظ عبدالغنی سادہ منش، درویش صفت اور اسلاف کا نمونہ ہیں۔

مولوی عزیز الرحمٰن کھوسو رح

آپ کا تعلق سید العارفین جنیدِ وقت حافظ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کے خلیفہ زبدۃ الصالحین خلیفہ دل مراد خان کھوسو رحمۃ اللہ علیہ (جیکب آباد سندھ) کے خاندان سے تھا۔ شیخ ثانی ہادیٔ گراناں حضرت حافظ محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ شیخ ثالث رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے طویل عرصہ تک فیض یاب ہوتے رہے مولوی صاحب ذاکر وشاغل درویش، منکسر المزاج اور طالبانِ خدا کا صحیح نمونہ تھے راقم کی اُن سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ آپ ہمیشہ مشائخ صوفیا کے اسرار و رموزِ قرآن وحدیث کے علمی لطائف اور اپنے مشائخ سلسلہ کے ملفوظات کے بارے میں نہایت پُرمغز پسندیدہ اور بامعنی گفتگو کرتے۔ بھرچونڈی شریف حاضر ہوتے تو مسجد میں رہتے۔ لنگر کے دال دلیے پر گزارہ کرتے۔

مجاہدِ اسلام حضرت پیر عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ نے کمالِ مہربانی سے آپ کو مخلوقِ خدا کی رہنمائی کا حکم فرمایا۔ مولانا کا انتقال ہوگیا ہے۔

گوہر تابدار

محترم سید محمد فاروق القادری صاحب علمی، ادبی، دینی اور روحانی حلقوں میں ایسے گوہر تابدار ہیں، جن کا ہر پہلو ضوفشاں ہے۔ تصوف، معاشیات، شخصیات اور دیگر موضوعات پر آپ کے قلم کی جولانیاں محتاج بیان نہیں۔ آپ جس موضوع کو سپرد قلم کرتے ہیں، اپنے عمیق مطالعہ، تحقیق، بالغ نظری اور خداداد صلاحیتوں کے سبب اس کے ہر پہلو کو اس حسن و خوبی سے بیان کرتے ہیں کہ کوئی پہلو تشنہ نہیں رہتا اور قاری سیراب ہوتا چلا جاتا ہے۔ آپ پیشہ ور قلم کاروں سے اس لیے ممتاز ہیں کہ آپ میدان علم و عمل کے شاہسوار ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے قلم میں معاوضہ کی روشنائی نہیں بھرتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریر تاریکیوں میں اجالا اور اجالوں کو کہکشاں بنا دیتی ہے۔

زیر نظر کتاب "نفحات الرحمٰن" جناب قادری صاحب کی تصنیفات کے گلدستہ میں ایک خوبصورت اور مہکتا ہوا اضافہ ہے۔

صاحبزادہ میاں محمد سلیم حماد

سجادہ نشین داتا دربار لاہور